قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

ہفتہ وار طلوعِ اسلام کراچی

جلد نمبر ۸ شمارہ ۵۰	کراچی : ہفتہ - ۱۰ دسمبر ۱۹۵۵ء	قیمت چھ آنہ سالانہ پندرہ رو

قرآن نے کیا کہا؟

گزشتہ اقساط میں یہ حقیقت سامنے آچکی ہے کہ قرآنی تعلیم کا مقصود ہے ایک ایسے معاشرے کا قیام جس میں تمام افراد کی ضروریات زندگی بھی پوری ہوتی رہیں اور ان کی مضمر صلاحیتوں کی نشوونما ہوتی چلی جائے۔ اسے انسانی ذات (Human Personality) کی نشوونما کہتے ہیں۔ اس معاشرے کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ وسائل پیداوار افراد کی ملکیت میں رہنے کے بجائے معاشرہ کی تحویل میں رہیں۔

قرآن نے یہ بھی بتایا ہے کہ اس قسم کے معاشرہ کا قیام بڑا ہمت طلب مرحلہ ہے۔ ایک تو اس لئے کہ اس کی ابتدا ان لوگوں کے ہاتھ سے ہوتی ہے جو اپنے اندر ایک عظیم انقلاب پیدا کرلیں جس کی رو سے وہ دوسروں کی ضروریات کو اپنے آپ پر ترجیح دیں۔ اور دوسرے یہ کہ اس نظام کے قیام کی مخالفت بھی بڑی سخت ہوتی ہے۔ جن لوگوں کے ہاتھ میں رزق کے سرچشمے ہوتے ہیں وہ انہیں چھوڑنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوتے۔ وہ اس جماعت کی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور اس میں اپنی پوری قوت صرف کردیتے ہیں۔ یہ کشمکش بڑی سخت ہوتی ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جماعت مومنین سے کہا ہے کہ ام حسبتم ان تد خلوالجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستھم الباساء والضراء و زلزلوا حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصراللہ (۲/۲۱۴) کیا تم سمجھتے ہو کہ تم جنتی زندگی میں یونہی پہنچ جاؤ گے درآنحالیکہ تم پر ابھی ایسے واقعات گزرے ہی نہیں جو ان لوگوں پر گزرے تھے جو تم سے پہلے اس راہ پر چلے تھے۔ ان پر اس قدر سختیاں اور مصیبتیں آئیں کہ ان کے دل دہل گئے۔ یہاں تک کہ رسول اور اس کے ساتھی پکار اٹھے کہ اے نصرت الٰہی! تیرا وقت کب آئیگا؟

طلوعِ اسلام کا مسلک اور مقصد

ہمارا مسلک یہ ہے کہ

1. [illegible] انسانی [illegible] زندگی [illegible] [illegible]
2. [illegible] قرآن کریم [illegible] نوعِ انسانی [illegible]
3. [illegible] قرآن [illegible]
4. [illegible]
5. قرآن [illegible] نظام [illegible] زندگی [illegible]
6. اسلام [illegible] زندگی [illegible] انسان [illegible] قوانین [illegible] شریعت [illegible] قوانین [illegible]
7. اس نظام [illegible] معاشرے [illegible] تمام افراد [illegible] ضروریاتِ زندگی [illegible] نوعِ انسانی [illegible]
8. ربوبیت [illegible] رزق [illegible] قرآنی نظامِ ربوبیت [illegible]

ہمارا مقصد یہ ہے کہ

[illegible] پاکستان [illegible] قرآنی نظامِ ربوبیت [illegible]

اگر آپ طلوعِ اسلام کے اس مسلک اور مقصد سے متفق ہیں تو اس پیغام کو عام کرنے میں طلوعِ اسلام کا ساتھ دیجئے

اس شمارے میں

★ شریعت میں قانون سازی کے اختیارات
★ علت مرض
★ مینا فقت
★ افغانستان کا فتنہ
★ شاہ سعود کا دورہ ہند
★ اسلام کی سرگزشت
★ درس بخاری
★ مجلس اقبال
★ عورت کا قرآن
★ تعارف
★ ہندوستان میں لسانی ہنگامے
★ باب المراسلات
★ حقائق و عبر

ISLAMIC CONSTITUTION,

QURANIC RESEARCH CENTRE.

Dear Brother,

On your shoulders rests the onerous duty of framing a constitution for the Islamic State of Pakistan. According to the Objectives Resolution the constitution for Pakistan will be based on the Quran and the Sunnah. Adjustment between the present democratic set-up and the Quran and the Sunnah is a tough problem, so tough that the late Constituent Assembly foundered in its whirlpool. But you have to cut the Gordian knot. In the fulfilment of your great and noble assignment you will certainly welcome an elucidation of the relative positions of the three factors involved, namely the present democratic set-up, the Quran and the Sunnah. In the enclosure I have given a brief outline of the basic provisions of the Islamic contitution. It will, I hope, be useful in your approach to the difficult task ahead.

The enclosed outline is the essence of a life-long study of the Quran and human thought as it has developed in the centuries gone by. In my studies I had the unique advantage of late Dr. Sir Mohammad Iqbal's guidance and in giving practial shape to my conclusions I had the privilege of being a close and trusted co-worker of the late Quaid-i-Azam. I have written extensively propagating the message of Islam in Muaariful Quran, four volumes of which have been published and another four await publication, and about a dozen other books. Tolue Islam (Weekly) is devoted to the same cause and an exposition of the Holy Book forms the subject of a Sunday lecture at the Centre before an audience of several hundred listners. The writings cited give the details of the relevant issues but it may not be easy for you to wade through thousands of pages. Personal contact will remove difficulties quickly and make collection of additional information easy. You will be most Welcome at Quranic Research Centre.

Sincerely yours

G. A. PARWEZ,

Director, Quranic Research Centre.

To

All muslim members of the Constituent Assembly

(Sent in Agust last)

BASIC PROVISIONS OF ISLAMIC CONSTITUTION

1. IN considering an issue the Islamic State follows the following procedure :—

    (i) Ascertains the **Principle** bearing on the issue which Allah has given in the Quran. The Quran gives generally the Principles which should govern various aspects of life in different ages according to the requirements of any particular age.

    (ii) Visualises clearly the **urges** of the Age and the State.

    (iii) Looks for **Precedents** in the collection of Traditions (Ahadith) or the books of Law (Fiqh) which might correspond to present conditions and the relevant Quranic principle.

    (iv) If a precedent answers exactly the requirements of the time, it is adopted **straightway.**

    (v) If a precedent does not exactly answer the needs of the time, it is adopted after suitable **amendment.**

    (vi) If a precedent, exact or partial, is not forthcoming a new course is carved out to meet the new situation.

2. THE responsibility for providing basic needs of the individual rests with the State, which should see to it that a citizen and his dependents are in no circumstance left unprovided with basic needs e.g. food, clothing, shelter, medicine, etc.

3. IT is the duty of the State to provide adequate facilities for the fullest development of the potentialities of each and every individual under its charge.

4. IN order to enable the State to fulfil its responsibility in the above respects, it is necessary that the sources of sustenance and the means of production should be shifted from individual ownership to the collective control of the State.

5. IN the Islamic State justice is administered free of cost, that is, in obtaining adjudication from a court of law the applicant incurs no financial expense.

6. ASSIGNMENT of offices is made solely on the basis of personal qualifications and in complete disregard of family and other connections, and suitable provision is made for the withdrawal of assignment, when necessary, from all categories, from the Head of the State down to the lowest functionery.

7. BEFORE the law all are equal, including the functioneries of the State, who, however, have the right to move the courts of law for the protection of their rights.

8. THE Islamic State enforces these provisions within its territorial limits with due regard to the best interests of the whole of mankind.

9. THE above povisions taken together substantially are the *sine qua non* of Islamic Constitution. Disregard of even a single provision makes the constitution Un-Islamic.

10. THIS is the picture of the full fledged Islamic State and to attain it time will be needed. During the transition stage, however, whatever steps are taken they shall unequiuocally aim towards the ideal.

قرآنی نظامِ ربوبیت کا پیامبر

ہفت روزہ

طلوعِ اسلام

جلد ۸ | ہفتہ — ۱۰ دسمبر ۱۹۵۵ء | نمبر ۴۵

شریعت میں قانون سازی کے اختیارات

ہمارے ہاں جو مذہب مروج ہے اس کی رُو سے ہمیں یہ بتایا جاتا رہا کہ شریعت میں زندگی کے تمام چھوٹے بڑے امور کے متعلق جزئی احکام موجود ہیں اور ان احکام میں کسی قسم کا ردو بدل نہیں ہو سکتا۔ اہل سنت والجماعت کے ہاں دو ممتاز فرقے مستقل طور پر چلے آ رہے ہیں۔ ایک اہلِ حدیث کہلاتا ہے اور دوسرا اہلِ فقہ۔ اہلِ حدیث کا عقیدہ اور دعوے یہ ہے کہ قرآنی احکام کی تفاصیل احادیث میں دی گئی ہیں اور یہ تفاصیل اس قدر جامع ہیں کہ قیامت تک کوئی سوال ایسا نہیں پیدا ہو سکتا کہ جس کے متعلق ان کے اندر ضروری احکام موجود نہ ہوں۔ اہلِ فقہ کا عقیدہ اور دعوے یہ ہے کہ شریعت کے احکام فقہ کے اندر آ کر مکمل ہوئے ہیں اور فقہ اس قدر جامع ہے کہ اب اس میں نہ کسی تغیر و تبدل کی ضرورت ہے نہ حک و اضافہ کی۔ ان تصریحات سے واضح ہے کہ اہلِ حدیث ہوں یا اہلِ فقہ، ان کا دعویٰ یہ ہے کہ شریعت کے احکام تمام کے تمام مکمل ہو چکے ہیں اور اب اس باب میں مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ فسادات پنجاب کی تحقیقاتی عدالت (جسے عام طور پر منیر کمیٹی کہا جاتا ہے) کے ایک سوال کے جواب میں مولانا ابوالحسنات، صدر جمعیت علمائے پاکستان نے کہا کہ۔

> ہمارا قانون شریعت مکمل ہے اور اس میں صرف اتنی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ علماء سے اس قانون کی تعبیر دریافت کر لی جائے۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ کوئی ایسا سوال پیدا نہیں ہو سکتا جس کے متعلق قرآن یا احادیث سے احکام نہ مل سکتے ہوں۔

چنانچہ اسی بنا پر اس رپورٹ کے مرتبین نے یہ لکھا کہ ایک اسلامی مملکت میں مجلس قانون ساز کی ضرورت ہی نہیں رہ جاتی اس لئے کہ اب کوئی سوال ایسا پیدا نہیں ہو سکتا جس کے لئے کسی قانون بنانے کی ضرورت پڑے۔ ضرورت صرف اتنی رہ جاتی ہے کہ حکومت علماء کا ایک بورڈ مقرر کر دے اور جو سوال سامنے آئے اس کے متعلق اس بورڈ سے پوچھ لیا جائے کہ قرآن یا احادیث میں اس کے متعلق کیا احکام آئے ہیں۔

یہ تھی قانونِ شریعت کی وہ پوزیشن جو ہمیں آج تک بتائی جاتی رہی۔ طلوعِ اسلام نے اس کے برعکس یہ نظریہ پیش کیا کہ دین میں جو احکام اصولی طور پر دیئے گئے ہیں اور ان کی جزئیات متعین نہیں کی گئیں ان کے متعلق ہر دور کے اسلامی نظام کو جو علیٰ منہاجِ نبوت قائم ہو، یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے زمانے کے تقاضے کے مطابق ان کی جزئیات خود متعین کرے۔ اور چونکہ یہ جزئیات ایک خاص زمانے کے تقاضوں کے پیشِ نظر مرتب کی جائیں گی اس لئے ضروری ہے کہ جب یہ تقاضے بدل جائیں۔ ان قوانین میں بھی تبدیلی ہو جائے۔ طلوعِ اسلام کے اس نظریہ کے خلاف چاروں طرف سے طوفانِ مخالفت برپا کر دیا گیا۔ حتیٰ کہ بعض حلقوں نے اسے اسلام سے بھی خارج کر دیا۔ طلوعِ اسلام اس تمام دوران میں مختلف طریقوں سے یہ سمجھانے کی کوشش کرتا رہا کہ قوانینِ شریعت کے متعلق یہی اندازِ نگاہ درست ہے اور اسی سے حضورؐ خاتم النبیین صلعم کا لایا ہوا آخری دین قیامت تک کے لئے تمام نوعِ انسانی کی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل بن سکتا ہے۔ الخ یہ بتایا کہ اصولی احکام دینے کا منشا ہی یہ ہے کہ ان اصولوں کے ماتحت جزئیات مختلف زمانوں کے تقاضوں کے مطابق مرتب ہوتی رہیں اور جہاں جہاں ان میں تبدیلی کی ضرورت ہو مناسب تبدیلی کر لی جائے۔ لیکن اس کے باوجود طلوعِ اسلام کی مخالفت مسلسل جاری رہی۔

لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ جن حلقوں کی طرف سے اس کے نظریوں کی مخالفت ہوتی تھی اب آہستہ آہستہ وہ بھی اس طرف آ رہے ہیں کہ فی الواقعہ جو احکام اصولی طور پر دیئے گئے تھے ان کی جزئیات ہر دور کا اسلامی نظام خود مرتب کرے گا۔ مودودی صاحب نے تو اس کا اعتراف بہت پہلے کر لیا تھا۔ (اگرچہ وہ اپنی تحریروں میں ہمیشہ متضاد باتیں پیش کرتے رہتے ہیں تاکہ وہ ہر خیال کے لوگوں کو اپنے ساتھ رکھ سکیں)، لیکن اب دوسرے گوشوں سے بھی اس کی تائید ہونے لگی ہے۔ جیسا کہ اوپر کہا جا چکا ہے، اہلِ حدیث جماعت اس عقیدہ اور دعوے میں بڑی متشدد تھی کہ شریعت کے تمام قوانین مکمل ہو چکے ہیں اور اب کوئی سوال ایسا باقی نہیں رہ جاتا جس کے لئے احادیث میں جزئی احکام موجود نہ ہوں۔ لیکن دیکھئے کہ یہ جماعت بھی اب کیا کہتی ہے۔ جمعیت اہلِ حدیث کے ترجمان، الاعتصام کی ۲۵ نومبر کی اشاعت میں، سید داؤد غزنوی صاحب، صدر مرکزی جمعیت اہلحدیث مغربی پاکستان، کی طرف سے دستورِ پاکستان کے متعلق ایک مبسوط مقالہ شائع ہوا ہے۔ اس میں وہ قانون سازی کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ

> وہ مسائل جن کے متعلق اصولی ہدایات تو شریعت (کتاب و سنت) میں موجود ہیں لیکن ان کی جزئیات سے بحث نہیں کی گئی ہے۔ ان مسائل کے متعلق مجالس قانون سازی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ شریعت کے اصولِ عامہ کو مدنظر رکھتے ہوئے حاضر الوقت مسائل کے متعلق جزئیات کا فیصلہ کرے اور ان کے لئے قوانین وضع کرے۔

احادیث کی ضرورت یہ بتائی جاتی تھی کہ قرآن نے جن احکام کو اصولی طور پر دیا ہے ان کی جزئیات صرف رسول اللہؐ ہی متعین فرما سکتے تھے۔ اور یہ جزئیات حضورؐ نے وحی کی رو سے متعین فرمائی تھیں۔ اس وحی کو وحی خفی یا وحی غیر متلو کہا جاتا ہے۔ رسول اللہؐ کے علاوہ کسی اور کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ ان جزئیات کو متعین کرے کیونکہ وحی کسی اور کی طرف نہیں آ سکتی۔ لہٰذا دین قرآن کریم کے اصولی احکام اور رسول اللہؐ کی مرتب فرمودہ جزئیات سے مکمل ہو گیا ہے۔ لیکن اب اسی جماعت اہلِ حدیث کی طرف سے یہ کہا جا رہا ہے کہ ایسے مسائل بھی موجود ہیں جن کی جزئیات نہ خدا نے متعین کی ہیں نہ رسول اللہؐ نے بھی ان کے متعلق قرآن اور احادیث دونوں میں صرف اصولی احکام ملتے ہیں۔ آپ غور کیجئے کہ ان حضرات کے پہلے دعوے اور اس مسلک کے مطابق بات کہاں پہنچتی ہے۔ یعنی

> (ا) زندگی کے بعض مسائل ایسے ہیں جن کے متعلق خدا نے صرف اصولی احکام دیئے اور ان کی جزئیات مرتب کرنے کا فریضہ رسول اللہؐ کے سپرد کیا گیا۔
>
> (ب) رسول اللہؐ نے ان احکام کی جزئیات وحی خفی کی رُو سے مُرتب فرمائیں۔ کیونکہ دین کے اصول ہوں یا جزئیات، یہ صرف وحی کی رُو سے مل سکتے ہیں۔
>
> (ج) لیکن رسول اللہؐ نے بھی تمام احکام کی جزئیات مرتب نہیں فرمائیں بلکہ بعض امور کے متعلق صرف اصولی احکام دیئے۔
>
> (د) اب ان اصولی احکام کی جزئیات مرتب کرنے کا کام مجالس قانون ساز کے ذمہ ہے۔ حالانکہ ان مجالس کے اراکین کو خدا کی طرف سے وحی نہیں ملتی۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ان جزئیات میں تناقض تنا

تبدیلیاں بھی ہوا کریں گی۔

(۲) محترم غزنوی صاحب نے اپنے مقالہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ

> نبی اکرمؐ کے بعد خلفائے راشدینؓ نے اسلامی ریاست کا نظم و نسق جس طرح قائم کیا اس کی تفصیلات کتب احادیث و سیر میں بڑی تفصیل سے موجود ہیں۔ پس خلفائے راشدین نے اسلامی دستور اور قوانین کے سلسلہ میں جو فیصلے صحابہ کرام کے مشورے سے کئے ہیں۔ اور تمام صحابہ کرام کا گویا اس پر اجماع ہو چکا ہے ان سے انحراف نہ کیا جائے بلکہ اس قسم کے فیصلوں کو اپنے دستوری اور قانونی فیصلوں کے لئے سند اور حجت سمجھا جائے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ صحابہ کرام نبی اکرمؐ کے فیضان صحبت سے مستفید تھے اور جو علم انہوں نے براہ راست آپ سے حاصل کیا ہے اس کی تعبیر اور تشریح میں جب سب متفق ہیں تو سمجھا جائے گا کہ یہی تعبیر و تشریح معلم کتاب و حکمت (فداہ روحی و عرضی) سے مستفاد ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام کو خدا کی طرف سے وحی خفی نہیں ملتی تھی۔ لہٰذا اس سے واضح ہے کہ دین کے اصولی احکام کی جزئیات وہ لوگ بھی متعین کر سکتے ہیں جنہیں خدا کی طرف سے وحی نہ ملتی ہو۔

(۳) اور آگے بڑھئے۔ محترم غزنوی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

> جن مسائل یا معاملات میں کتاب و سنت کی عبارت ایک سے زاید معانی کے متحمل ہیں اور ان میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ ان کے متعلق مجلس قانون ساز کو حق دینا چاہیئے کہ وہ اپنے ماحول، مقتضیات اور مملکت کے مفاد کے پیش نظر کسی ایک تعبیر کو جسے وہ ترجیح دے، اسے قانونی شکل دے۔

آج تک بتایا یہ جاتا تھا کہ قرآن کریم میں ایسی عبارات ہیں جو ایک سے زاید معانی کی متحمل ہیں لیکن ان میں سے جو معانی احادیث میں بیان کئے گئے ہیں، ہمیں وہی معانی اختیار کرنے چاہئیں اسی بنا پر قرآن کی اس تفسیر کو صحیح قرار دیا جاتا ہے جس کی بنیاد احادیث پر ہو لیکن اب محترم غزنوی صاحب کے بیان سے معلوم ہوا کہ خود احادیث میں بھی ایسی عبارات ہیں جو ایک سے زاید معانی کی متحمل ہیں۔ اب ایسی عبارات کے لئے مجلس قانون ساز کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ جس تاویل کو مناسب خیال کرے اختیار کرکے اسے قانونی حیثیت دیدے۔ حالانکہ مجلس قانون ساز کے اراکین عام انسان ہیں جن پر نہ خدا کی وحی آتی ہے اور نہ ہی انہوں نے نبی اکرمؐ سے براہ راست علم حاصل کیا ہے۔

یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ اختیار صرف انہیں اختلافات کے متعلق ہوگا جو اہلسنت و الجماعت کے اندر پائے جاتے ہیں یا ان اختلافات پر بھی حاوی ہوگا جو (مثلاً) شیعہ اور سنیوں میں پائے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ شکل اسی صورت میں ممکن ہو سکتی ہے جب شیعہ حضرات بھی (بلکہ تمام فرقوں کے مسلمان) اس پر متفق ہوں۔

(۴) محترم غزنوی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

> وہ مسائل جن کا شریعت میں کوئی ذکر نہیں اور نہ ان کے متعلق بظاہر کوئی اصولی ہدایت موجود ہے، ان کے متعلق بھی یہ کہا جائے گا کہ یہ امور ملت کی سوچ بچار پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ ایسے امور کے متعلق مجلس قانون ساز اپنے احوال و ظروف اور ملت کے مصالح کے پیش نظر مناسب قوانین وضع کر سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ شریعت کے اصولوں کے منافی نہ ہوں۔

یعنی کہاں یہ دعویٰ تھا کہ ہماری شریعت میں جزئیات تک بھی پہلے سے متعین ہیں اور اب کوئی مسئلہ ایسا پیدا نہیں ہو سکتا جس کے لئے قرآن یا حدیث میں کوئی واضح حکم موجود نہ ہو۔ اور کہاں اب یہ کہا جا رہا ہے کہ ایسے مسائل بھی ہیں جن کے متعلق قرآن اور احادیث دونوں میں جزئی تو ایک طرف اصولی ہدایات بھی موجود نہیں۔ ہم محترم غزنوی صاحب سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی غیر مسلم یہ اعتراض کرے کہ آپ کا تو یہ دعویٰ ہے کہ ہمارا دین مکمل ہے اور اس میں زندگی کے تمام مسائل سے متعلق رہنمائی موجود ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ اس کے بھی معترف ہیں کہ ایسے سوال بھی ہیں جن کے متعلق ہمارے ہاں اصولی ہدایات تک بھی نہیں، تو اس اعتراض کا کیا جواب دیا جائے گا؟

(۵) ہم نے محترم غزنوی صاحب کے دستور سے متعلق بیان کردہ امور کو اس شرح و بسط سے اس لئے پیش کیا ہے کہ یہ حقیقت سامنے آجائے کہ رفتہ رفتہ یہ حضرات بھی اپنے قدیم مسلک اور دعاوی کو چھوڑ کر کس طرح اس اصول کی طرف آرہے ہیں جسے طلوع اسلام نے مدت ہوئی پیش کیا تھا۔ اور جس کی بنا پر اس کی اس قدر مخالفت کی گئی تھی (اور اب تک کی جا رہی ہے) اصل یہ ہے کہ قرن اول کے بعد جب ہمارے دین نے "مذہب" (یعنی عقائد) کی حیثیت اختیار کر لی اس کے بعد کبھی موقعہ ہی نہیں آیا کہ عملاً دیکھا جائے کہ یہ "مذہب" زندگی کے تقاضوں کو کس حد تک پورا کرتا ہے۔ چند عقائد تھے جو ہم میں نظری حیثیت سے متوارث چلے آرہے تھے۔ ہماری تاریخ میں یہ پہلا موقعہ آیا ہے کہ یہ سوچا جائے کہ اسلامی دستور کسے کہتے ہیں اور اس کی عملی شکل کیا ہوگی۔ یعنی یہ پہلا موقع آیا ہے کہ زمانے کی ضروریات نے ہمیں چیلنج دیا ہے کہ ہم ثابت کریں کہ ہمارا دین مکمل ہے اور قیامت تک کے لئے نوع انسانی کا ساتھ دے سکتا ہے۔ ہمارے ارباب شریعت اس چیلنج کے لئے تیار ہی نہیں تھے۔ اور شریعت کے متعلق جو تصور انہوں نے اپنے ذہن میں قائم کر رکھا تھا وہ زندگی کے عملی تقاضوں کو پورا کرنے کا اہل نہیں تھا۔ اس لئے اس چیلنج کے جواب میں ان کی طرف سے پہلا رد عمل سراسیمگی اور پریشانی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ یہی وہ پریشانی اور سراسیمگی تھی جس کی وجہ سے اس سات آٹھ سال کے عرصہ میں یہ بھی طے نہ ہو سکا کہ اسلامی دستور کے اصول و مبادیات کیا ہیں۔ اور قانون سازی کے سلسلہ میں ایک اسلامی مملکت کو کہاں تک اختیار حاصل ہے اور کہاں اس کے اختیارات کی حد ختم ہو جاتی ہے۔ یہ چیز بطور تحدیث نعمت عرض کی جاتی ہے کہ مبداء فیض کی کرم گستری سے طلوع اسلام کو یہ بصیرت اور توفیق نصیب ہوئی کہ یہ پیشانیٔ فکر و نظر کے اس ہجوم میں یہ صحیح راستے کی طرف راہ نمائی کر سکے۔ چنانچہ اس نے واضح الفاظ میں بتایا کہ دین میں کونسی چیزیں ہمیشہ کے لئے غیر متبدل رہنے والی ہیں اور کونسی چیزیں ایسی ہیں جن میں زمانے کے تقاضوں کے ساتھ ساتھ رد و بدل ہوتا جائے گا۔ طلوع اسلام کو اپنے اس اعلان حق کی پاداش میں بڑی صعوبت آمیز وادیوں میں سے گزرنا پڑا۔ لیکن یہ بھی اللہ کی عطا کردہ توفیق کا نتیجہ تھا کہ اس نے ان دشوار گذار راستوں میں دامن استقامت کو کہیں ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اسی کا اثر ہے کہ آج آہستہ آہستہ، اس قدر متشدد گروہ بھی اس کے پیش کردہ مسلک کی طرف اس حد تک آگے بڑھ آئے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ جتنے حصے میں ان حضرات کو ابھی طلوع اسلام سے اختلاف ہے۔ کچھ وقت کے بعد، جب زمانے کے تقاضے اور نمایاں طور پر ان کے سامنے آئیں گے، یہ اس میں بھی اس کے پیش کردہ مسلک سے متفق ہو جائیں گے اس لئے کہ یہ مسلک اس محکم بنیاد پر استوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعین فرمایا اور جس پر رسول اللہؐ اور حضورؐ کے خلفائے راشدین نے عمل کیا۔ مختصر الفاظ میں مسلک یہ ہے کہ قرآن کریم نے جن احکام میں صرف اصولی ہدایت دی ہے اس سے خدائے تعالیٰ کا منشا یہ تھا کہ ان احکام کی جزئیات غیر متبدل نہیں رہیں گی۔ اور اس نظام کو جو قرآن کے مطابق قائم ہوگا یہ اختیار ہوگا کہ وہ ان اصولی احکام کی جزئیات اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق خود مرتب کریں۔ سب سے پہلے یہ اہم فریضہ رسول اللہؐ نے سرانجام دیا اور حضورؐ کے بعد خلفائے راشدینؓ نے۔ آج یہ اختیار صرف اس نظام کو حاصل ہوگا جو قرآنی احکام کو نافذ کرنے کے لئے علی منہاج نبوت قائم ہوگا۔ وہی یہ بتا سکے گا کہ پہلے سے متعین شدہ جزئیات میں سے کس کس میں تبدیلی کی ضرورت ہے اور اسی کا فریضہ یہ ہوگا کہ جن امور میں آج مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں اختلاف پایا جاتا ہے، ان میں ایک متفق علیہ راستہ تجویز کرے اور اس طرح اُمت میں پھر وہی وحدت پیدا کر دے جو عہد رسالتمآب میں وجہ سرفرازی ملت تھی۔

(۶) محترم غزنوی صاحب نے اپنے مقالہ کے آخر میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

> اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ ریاست کے تمام مادی وسائل کو اس طرح کام میں لائے کہ ہر شہری کو (بشرطیکہ وہ کام کرنے کو تیار ہو اور وہ کام کرنے کے قابل ہو) یہ احساس ہو کہ اسے ایک معقول معیار زندگی کے مطالبہ کا حق حاصل ہے اس لئے دستور میں اس حق کو ان الفاظ کے ساتھ شامل کرنا چاہیئے کہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ہر شہری کا یہ حق تسلیم کرے کہ جب تک وہ کام کرنے کے قابل ہے اس کے لئے کوئی نہ کوئی صورت معاش مہیا کرے اور اگر وہ پیرانہ سالی یا مجبورانہ بے روزگاری کے باعث کسب معاش سے معذور ہو گیا ہے۔ اس کے لئے

بقدرِ ضرورت، خوراک، لباس اور مکان کا انتظام کرے۔

اس ضمن میں ہم صرف اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ حکومت کی یہ اہم اور اس قدر وسیع ذمہ داری اسی صورت میں پوری ہو سکتی ہے کہ ریاست کے مادی وسائل افراد کی ملکیت میں رہنے کے بجائے مملکت کی تحویل میں رہیں۔ اگر یہ وسائلِ پیداوار افراد کے قبضے میں رہیں تو مملکت اپنے اس قدر اہم فریضے سے سبکدوش کس طرح ہو سکے گی؟ اس کے پاس وہ کونسے ذرائع ہوں گے جن سے وہ تمام افرادِ مملکت کی ان بنیادی ضروریات کو پورا کر سکے؟

یہی طلوعِ اسلام کا مطالبہ ہے۔

علّتِ مرض

اس آٹھ سال کے عرصہ میں، پاکستان میں کئی وزارتیں ٹوٹیں اور ان کی جگہ نئی وزارتیں بنیں۔ ہر جانے والی حکومت پر لوگوں نے شکرانے کے نفل پڑھے اور ہر آنے والی کا استقبال ان توقعات کے ساتھ کیا کہ وہ ان کے دکھوں کا مداوا ثابت ہو گی۔ لیکن چند دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ یہ توقعات فریبِ نفس سے زیادہ کچھ نہ تھیں۔ نئی حکومت، پرانی حکومت سے بھی بدتر ثابت ہوئی۔ چنانچہ اب اس قدر ناکام تجربوں کے بعد لوگ غیر متعلق (INDIFFERENT) سے ہو گئے ہیں اور یہ چیز قوموں کی زندگی میں بڑے خطرناک مستقبل کی علامت ہوتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ قوم مایوس ہو گئی ہے اور مایوسی، موت کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ وزارتوں کی اس قدر تبدیلیوں کے باوجود ملت کی کشتی بھنور سے نکلتی ہی نہیں! اس کی وجہ ظاہر ہے۔ ہمارے ہاں چند افراد ہیں جن کے مجموعہ کا نام "اوپر کا طبقہ" ہے۔ وزارت اور حکومت انہی چند افراد کے اندر گردش کرتی رہتی ہے۔ جسے وزارتوں کا ٹوٹنا اور بننا کہا جاتا ہے وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ ان افراد کی کرسیاں بدلتی رہتی ہیں۔ جو کل سفیر تھا آج وزیر ہے۔ جب وزارت ٹوٹتی ہے تو پھر یہ کہیں سفیر بنا کر بھیجا جاتا ہے اور اس کی جگہ کوئی اور وزیر آ جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ ایک تھیٹریکل کمپنی میں ایکٹر دس بیس ہی ہوتے ہیں لیکن وہ کمپنی ہر شام ایک نیا کھیل اسٹیج پر پیش کر دیتی ہے۔ اس میں ہوتا یہی ہے کہ جو آج کے ڈرامے میں قاتل ہے وہ کل کے کھیل میں بادشاہ بن جاتا ہے جو کل کے کھیل میں چور تھا وہ آج کے ڈرامے میں قطب بن کر سامنے آ جاتا ہے۔

قوموں کی تقدیر ہمیشہ انہی لوگوں کے ہاتھوں سے بنتی اور بگڑتی ہے جنہیں "اوپر کا طبقہ" کہا جاتا ہے۔ اگر یہ طبقہ اچھا ہے تو قوم کی تقدیر بھی اچھی ہو گی اگر یہ بُرا ہے تو قوم بدقسمت ہو جائے گی۔ یہاں پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اوپر طبقے "کے اچھا اور بُرا ہونے کا معیار کیا ہے؟ قرآن نے، قصۂ حضرتِ طالوت کے ضمن میں اس بنیادی اصول کی طرف بڑی خوبصورتی سے اشارہ کیا ہے۔ بنی اسرائیل کی فوجوں کے لئے ایک کمانڈر کی ضرورت تھی اس کے لئے حضرت طالوت کو منتخب کر دیا گیا۔ قوم نے کہا کہ اسے کس بنا پر منتخب کر دیا گیا ہے وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ (۲/۲۴۷) حالانکہ اس کے پاس مال و دولت کی فراوانی نہیں! یعنی اُن کے نزدیک معیارِ قیادت، دولت و امارت تھا۔ لیکن انہیں بتایا گیا کہ اس کا انتخاب اس لئے عمل میں آیا ہے کہ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (۲/۲۴۷) کہ خدا نے اسے جسمانی توانائی اور علم میں فراوانی عطا کی ہے۔ یعنی معیارِ انتخاب علم کی زیادتی ہے۔ اور چونکہ سوال فوج کی کمان کا ہے اس لئے علم کے ساتھ جسمانی توانائی کی بھی ضرورت ہے۔ قرآن نے اس مثال سے اس حقیقت کو نمایاں کیا ہے کہ جہاں معیارِ قیادت مال و دولت ہو گا، قوم کو کبھی اچھی قیادت نصیب نہیں ہو گی۔ اس کے برعکس جہاں معیارِ انتخاب علم ہو گا وہاں قیادت اچھی ہو گی۔ (واضح رہے کہ علم ایک جامع لفظ ہے جس میں زندگی اور کائنات کے تمام گوشے آ جاتے ہیں جن کی طرف کتاب اللہ راہ نمائی کرتی ہے) ہمارے ہاں بدقسمتی سے، معیارِ انتخاب مال و دولت قرار پا گیا اور علم کو کسی نے پوچھا ہی نہیں۔ چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ ہمارا "اوپر کا طبقہ" بالعموم دولت مندوں پر مشتمل ہے جن کے لئے علم کی کوئی شرط نہیں۔ یہ طبقہ تشکیلِ پاکستان سے پہلے بھی دوسروں کی نسبت امیر تھا اور قیامِ پاکستان کے بعد دولت کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں۔ دولت کی بنا پر یہ لوگ پہلے اوپر آ گئے تھے اور اب اسی دولت کے بل بوتے پر یہ پورے اقتدار کو اپنے حلقے کے اندر رکھے ہوئے ہیں۔ چونکہ حکومت کی کرسیاں کم ہیں اور ان لوگوں کی تعداد زیادہ، اس لئے ہوتا یہ ہے کہ جن لوگوں کے حصے میں کرسی نہیں آتی وہ کرسی نشینوں کی ٹانگ کھینچنے کے درپے رہتے ہیں اور جب اس میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو انہیں کرسیوں سے اتار کر ان کی جگہ خود لے لیتے ہیں۔ بس اس کا نام ہے وزارتوں کی تبدیلی۔

یاد رکھئے! جب تک آپ کے ہاں یہی سلسلہ جاری رہے گا، قوم کی حالت کبھی سدھر نہیں سکے گی۔ اس کی حالت اسی صورت میں سدھر سکے گی کہ معیارِ انتخاب، دولت کی بجائے جوہرِ ذاتی قرار پا جائے۔ جس قوم میں جوہرِ ذاتی کی قدر نہ ہو وہ قوم کبھی زندہ نہیں رہ سکتی۔

منافقت

دورِ حاضر کی میکیاوِلی سیاست کا طرۂ امتیاز منافقت ہے جو فرد یا گروہ منافقت کو خوبصورتی سے نباہ سکتا ہے وہی سب سے زیادہ کامیاب ہے۔ ہمارے ہاں یہ منافقت اگرچہ زندگی کے تمام شعبوں پر چھائی ہوئی ہے لیکن ایک گوشہ ایسا ہے جہاں یہ اُبھر کر سامنے آ جاتی ہے۔ آپ اپنے ہاں کے لیڈروں سے تنہائی میں ملئے۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ مُلّا کو گالیاں دیں گے۔ اُن کا موضوعِ سخن ہی یہ ہو گا کہ اس طبقہ نے قوم کو تباہ و برباد کر دیا ہے یہ ہمیں ہزار سال پیچھے لیجانا چاہتے ہیں۔ ان کی ہر بات میں دقیانوسیت اور ہر تجویز میں رجعت پسندانہ مسلک جھلک رہا ہوتا ہے۔ یہ بہروپیے طرح طرح کے بھیس بدل کر جہلا کو اپنے دامِ فریب میں مبتلا رکھتے ہیں اور اس طرح اپنا اُلّو سیدھا کرتے رہتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہر خلوت میں ان کا انداز یہی ہو گا۔ لیکن یہ اپنے ہر اجتماع اور ہر تقریب میں انہی مولویوں کو دعوت دیں گے۔ ان سے گہری عقیدت مندی کا اظہار کریں گے۔ ان سے گھل مل کر باتیں ہوں گی جن میں کہا جائے گا کہ آپ کی پیشوائیت کے بغیر ہماری نجات ہی نہیں ہو سکتی۔

دوسری طرف ان مولوی صاحبان کی یہ حالت ہے کہ یہ اپنی مجلسوں میں ان لیڈروں کو گالیاں دیں گے۔ انہیں فاسق و فاجر قرار دیں گے۔ ان کے شراب کے پیالوں کو بڑھ بڑھ کر اچھالیں گے اور ان کے رقص و سرود کی محفلوں کو عریاں کریں گے۔ لیکن ان اجتماعات میں ان سے گرمجوشی سے مصافحے کریں گے۔ ان کے پہلو میں بیٹھنے کی کوشش کریں گے اور کیمرے والے کی طرف اس زاویے سے کھڑے ہوں گے جس سے ہر تصویر دیکھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہ کون بزرگ ہیں جن سے گورنر جنرل اس تپاک سے مل رہے ہیں اور وزیرِ اعظم اس انہماک سے مصروفِ گفتگو ہیں۔ دونوں جانتے ہیں کہ یہ منافقت ہے لیکن دونوں قوم کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ (۲/۹) ...... یہ غیر شعوری طور پر خود اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں اور دل میں خوش ہوتے ہیں کہ اسے کوئی نہیں سمجھتا۔ حالانکہ جنہیں خدا نے آنکھیں دی ہیں اُنہیں صاف نظر آ رہا ہوتا ہے کہ

دونوں کے دل میں چور ہے، بیٹھے ہیں سامنے
وہ دل لئے ہوئے یہ تمنا لئے ہوئے

افغانستان کا فتنہ

افغانستان آٹھ سال سے اپنے آغوش میں جس فتنے کی پرورش کر رہا ہے اس پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور بعبارات اس کا ناسور [illegible] چکا ہے لیکن آئے روز کے واقعات جس وضاحت سے اس کے خدوخال ابھار رہے ہیں اس کے پیشِ نظر ضرورت اس امر کی ہے کہ اس فتنہ کو اچھی طرح سمجھا جائے اور اس کا کلّی استیصال کیا جائے کیونکہ اب یہ معاملہ پاکستان اور افغانستان کا نہیں رہا، بلکہ پورے مشرقِ وسطیٰ کا ہو گیا ہے۔ اگر اس فتنے کی بروقت سرکوبی نہ کی گئی تو یہ اوّل درجے کا عالمی مسئلہ بن جائے گا۔ افغانستان نے پختونستان کا جو ڈھونگ رچا رکھا ہے وہ مرض نہیں اس کی علامت ہے جو مرض افغانستان کے جسدِ سیاست کو گھن کی طرح کھائے جا رہا ہے وہ کہیں گہرا ہے۔ جہاں تک نام نہاد پختونستان کا تعلق ہے، حکومتِ افغانستان نے پہلے یہ مطالبہ کیا کہ وہ صرف یہ چاہتی ہے کہ سابقہ شمال مغربی سرحدی صوبے کا نام بدل کر "پختونستان" رکھ دیا جائے۔ اس مطالبہ کی لِم کچھ بھی ہو یہ سراسر احمقانہ مطالبہ تھا اور کوئی مہذب حکومت کسی ہمسائے سے اس قسم کا مطالبہ نہیں کرے گی۔ بعد میں اس مطالبے نے نئی صورت اختیار کر لی اور اسے ایک نئی مملکت قرار دیا جانے لگا۔ قطع نظر اس سے کہ ایسی مملکت کا تصور یکسر بے معنی اور ناقابلِ عمل ہے، اگر اس پر ذرا بھی غور کیا جائے

تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ خود افغانی باشندوں کو یہی حق کیوں نہ دیا جائے کہ وہ اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں۔ اگر نئی مملکت کی اساس پشتو زبان کو بنایا جائے تو پشتو بولنے والوں کی تعداد افغانستان کے مقابلے میں پاکستان میں زیادہ ہے اور افغانستان کے عوامی وارث ایسے ہیں کہ انہیں دیکھ کر وہاں کے پختون پاکستان میں شامل ہونا پسند کریں گے۔ نیز افغانستان کے فارسی بولنے والوں کو موقع ملے تو وہ ایران کے فارسی بولنے والوں سے ملنا چاہیں گے۔ واضح رہے کہ ہمارے نزدیک لسانی نسبتیں محض تعارف کے لئے ہیں اور وہ ملت کی اساس نہیں بن سکتیں، لیکن اگر افغانستان کا مطالبہ یہی ہے تو جس بنا پر وہ پختونستان کا مطالبہ کر رہا ہے اسی بنا پر اس کا اپنا نقشہ بھی بدل جاتا ہے۔

دراصل جیسا کہ ہم نے ابھی لکھا ہے یہ مرض نہیں علامتِ مرض ہے۔ اصلی مرض ملوکیت ہے جس نے افغانی روح کو کچل کے رکھ دیا ہے۔ اس نے جسدِ افغانستان سے اس طرح خون چوس لیا ہے کہ اب سیاست کا دارومدار شاہی ٹولے پر رہ گیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جب کسی ملک کی قسمت ایسے گروہ کے ہاتھ میں آجاتی ہے جو اس کا مستحق نہیں ہوتا بلکہ اتفاق سے اسے ہتھیا لیتا ہے تو اس ملک کا اللہ ہی مالک ہوتا ہے۔ یہی حال افغانستان کا ہو رہا ہے وہاں کی معیشت تباہ ہے اور جو اس کے ذمہ دار ہیں وہ اختیار سے اپنی ضروریات پوری کر لیتے ہیں اور قوم کی توجہ کو اپنے جرائم سے ہٹانے کے لئے ان کے سامنے غیر ملکی ہوّے کھڑے کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ وہاں چند شخصوں کو ہاتھ میں لینے سے سارا ملک ہاتھ میں آجاتا ہے۔ اس لئے اعدائے اسلام کے لئے ریشہ دوانیاں کرنا آسان ہو گیا ہے۔ اب تک ہندوستان اس میں پیش پیش تھا اس نے کشمیر پر قبضہ کیا اور افغانستان پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے تاکہ پاکستان محصور ہو جائے۔ کشمیر میں اپنی حالت مخدوش دیکھ کر اب وہ افغانستان کو اکسا رہا ہے کہ وہ پاکستان کو الجھائے تاکہ وہ کشمیر پر پوری توجہ صرف نہ کر سکے۔ افغانستان یوں تو پاکستان کو الجھائے رکھنے کے لئے طرح طرح کی حرکات مذبوحی کرتا رہا ہے لیکن اب اس نے مزید اہتمام کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس کے ہوائی جہاز پاکستانی سرحدوں کے اندر ایک سے زیادہ مرتبہ پرواز کر چکے ہیں اور اس کے جاسوس بھی تخریبی کام کرتے ہوئے پکڑے گئے ہیں۔ گویا اب افغانستان پاکستان کے خلاف ایک قسم کی جنگ کی طرح ڈال رہا ہے۔ ویسے تو وہ اس جنگ کے تقاضوں سے عہدہ برآ نہ ہو سکتا لیکن اب صورتِ حال مختلف ہو گئی ہے۔ اب روس بھی کھلم کھلا سامنے آگیا ہے۔ اب افغانستان کو اس کی شہ ہی نہیں بلکہ عملی مدد بھی حاصل ہے۔ روس افغانستان کو اس لئے مدد دے رہا ہے کہ وہ اس طرح اپنے اثر و رسوخ کا دائرہ بڑھا کر معاہدۂ بغداد کی توسیع کو بھی روکے اور اس کے اثر کو بھی کم کرے۔ اب ضرورت ہے کہ افغانستان کو اس پس منظر میں دیکھا جائے اور اس کا علاج کیا جائے، ہمارے سامنے دوگونہ مسئلہ ہے ایک یہ کہ افغانستان کے فتنے کی ضرورت کو ختم کیا جائے اور دوسرے یہ کہ اسے روس کے آہنی پردے کے پیچھے جانے سے بچایا جائے۔

ابھی دنوں ہمارے گورنر جنرل جناب اسکندر مرزا نے اس سلسلہ میں بڑی عمدہ تجویز پیش کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ چونکہ افغانستان معاشی مشکلات میں مبتلا ہے اس لئے پاکستان اس کے لئے تیار ہے کہ مذاکراتِ باہمی سے ان مشکلات کی حل کی تدابیر سوچے اور ان کے حل میں مدد دے۔ گول میز کانفرنس کی یہ تجویز اس لئے معقول ہے کہ اس طرح مل کر ہی ان مشکلات کو حل کیا جا سکتا ہے۔ گو ہمیں اس کا افسوس ہے لیکن اس پر حیرت نہیں ہوئی کہ افغانستان نے اس تجویز کو مسترد کر دیا ہے۔ جو طاقتیں اس کی پیٹھ ٹھونک رہی ہیں وہ یقیناً اسے گوارا نہیں کریں گی کہ افغانستان پاکستان سے سر جوڑ کر بیٹھے اور اپنی مشکلات کا حل تلاش کرے۔ اگرچہ اس تجویز کو جس طرح افغانستان نے رد کر دیا ہے۔ اس سے بات ختم ہو جاتی ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ یہ بات یوں ختم کرنے کی نہیں۔ افغانستان کا فتنہ مشرق وسطےٰ کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ بنتا جا رہا ہے۔ اس لئے جملہ ممالک پر بالعموم اور معاہدینِ بغداد پر بالخصوص یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس کا تدارک کریں۔ یاد رہے کہ تدارک کی تدابیر میں وقت کا پہلو بڑا اہم ہے۔ جو کچھ کیا جا سکتا ہے وہ فوراً کرنا چاہیئے۔ ورنہ جب پانی سر سے گزر جائے گا تو کچھ کئے نہیں بنے گی۔ افغانستان کے معاملہ میں کئی مسلم ممالک اس سے پہلے بھی دلچسپی لے چکے ہیں۔ سعودی عرب نے اور مصر نے پرچم کے جھگڑے کو نپٹانے کے لئے بڑی جاں فشانی سے کام کیا تھا۔ انہوں نے جس جذبے کے تحت یہ کچھ کیا تھا آج اس جذبے کے مزید امتحان کا وقت آگیا ہے اسی طرح ایران اور ترکی نے بھی اس سلسلہ میں کافی دلچسپی لی تھی۔ یہ دونوں ممالک معاہدۂ بغداد میں شریک ہیں۔ یہی نہیں بلکہ بغداد کونسل میں پاکستان کے ایما پر افغانستان کا مسئلہ بھی زیرِ بحث لایا گیا تھا۔ اگر بغداد کونسل نے اس فتنے کو اسی طرح بڑھنے دیا تو جس دفاعی تنظیم کو معرضِ وجود میں لایا جا رہا ہے اس کی بنیادیں کمزور رہ جائیں گی۔ اگر پورے عالمِ اسلامی نے بالفرض اس فتنے کا احساس نہ کیا تو ہمیں امید ہے کہ کم از کم معاہدینِ بغداد اپنے فریضہ کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں کریں گے ہمیں یہ بھی توقع ہے کہ پاکستان تمام معاہدین پر اس خطرے کی اہمیت واضح کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرے گا اور انہیں عملی اقدام پر آمادہ کرے گا کیونکہ اب وقت تماشہ دیکھنے کا نہیں رہا۔

خدا مسلمانوں کو اس فتنے سے محفوظ رکھے جس کا نتیجہ ایک کا ہاتھ اور دوسرے کا گریبان ہو۔

شاہ سعود کا دورۂ ہند

شاہ سعود ان دنوں ہندوستان کا دورہ فرما رہے ہیں۔ ہمیں اصولاً اس پر اعتراض نہیں۔ انہیں کسی بھی ملک میں جانے کا پورا اختیار حاصل ہے لیکن بعض امور ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے اثرات دور رس ہوتے ہیں اور ان کو نظرانداز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ مثلاً جب پچھلے دنوں آپ کے متعلق یہ خبر آئی کہ آپ مقبوضہ کشمیر بھی تشریف لیجائیں گے تو ہم نے ان پر یہ واضح کر دینا ضروری سمجھا تھا کہ اس میں کیا خطرات مضمر ہیں اور اس کا پاکستان میں بالخصوص اور عالمِ اسلامی میں بالعموم کیا مفہوم سمجھا جائیگا۔ آج بھی ہم ان کے دورے سے متعلق لب کشائی کی جرأت کر رہے ہیں تو اس کی وجہ بھی وہی ہے جو مقبوضہ کشمیر کے دورے کی مخالفت کرنے کی محرک بنی تھی۔

شاہ سعود ایسے حکمران سے یہ حقیقت یقیناً مخفی نہیں ہو سکتی کہ ہندوستان نے کن کن حیلوں سے پاکستان کو معرضِ وجود میں آنے سے روکا اور جب وہ متشکل ہو گیا تو کن کن سازشوں سے اسے ختم کرنا چاہا۔ اس نے یہ کچھ اس لئے کیا کہ وہ یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ ایک ایسی اسلامی مملکت بن جائے جو عالمِ اسلامی کے استحکام کا باعث بن سکے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ کوشاں رہا ہے کہ پاکستان کے روابط ممالکِ اسلامیہ سے استوار نہ ہو سکیں۔ پاکستان نے عالمِ اسلامی کی وحدت کے لئے اب تک جو کچھ کیا اس کے لئے اسے قدم قدم پر ہندوستان کے مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ ایسے حقائق ہیں جو کسی مبصر آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو سکتے۔ اس پس منظر میں جب شاہ سعود نے ہندوستان کے دورے کا فیصلہ کیا تو ہمیں چنداں خوشی نہیں ہوئی تھی لیکن ہم نے اس پر خاموش رہنا مناسب سمجھا۔ ہمیں افسوس ہے کہ اب خاموشی سے بات نہیں بن سکتی اور اب سینے پر پتھر رکھ کے حرفِ شکایت زبان پر لانا ہی ہوگا۔ ہم فی الحال دہلی کی ایک تقریب کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس کی جو روئیداد اخبارات میں شائع ہوئی ہے اس میں شاہِ موصوف کی طرف یہ الفاظ منسوب کئے گئے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہندوستان میں تمام فرقوں سے انصاف اور مساوات کا سلوک ہو رہا ہے۔ اگر یہ اطلاع صحیح ہے تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ آپ نے کن معلومات کی بنا پر یہ رائے قائم کی اور کن مصالح کی بنا پر اس کے اظہار کی ضرورت محسوس کی جہاں تک اس "سلوک" کا تعلق ہے اسے پاکستان سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا۔ کیونکہ پاکستان ہی اس کا واحد نشانہ رہا ہے۔ اس "حسن سلوک" ہی کا نتیجہ ہے کہ پاکستان آٹھ سال سے مہاجرین کی آبادکاری کے کمر توڑ فریضہ سے فارغ نہیں ہو سکا ان کی آمد کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ جب شاہ سعود پاکستان تشریف لائے تھے تو وہ مہاجرین کے حالِ زار کو دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئے تھے کہ انہوں نے ان کے لئے اتنی خاطر خواہ رقم عطا فرمائی تھی کہ آج ان کے نام سے ایک مہاجر کالونی کی بنا پڑ چکی ہے۔ سعود مہاجر کالونی زندہ ثبوت ہے اس "سلوک" کا جو ہندوستان نے مسلمانوں سے روا رکھا۔ سعود مہاجر کالونی کی خاک کا ایک ایک ذرہ اس "سلوک" کی داستان کا حامل ہے۔ اس شہادت کا ابطال ناممکن ہے۔ لیکن شاہِ موصوف دہلی پہنچ کر یہ فرما رہے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں سے بھی انصاف اور مساوات کا سلوک ہو رہا ہے۔ اب ہندوستان مکہ اور مدینہ کے اس حاکمِ اعلیٰ کا یہ ارشاد ساری دنیا کے سامنے بطور سند پیش کرے گا۔

ہم شاہ سعود کو یہ بھی جتلانے کی جسارت کرتے ہیں کہ آپ کے ورودِ فرمائے ہندوستان ہونے سے چند دن پیشتر یو۔ پی کے وزیرِ اعلیٰ مسلمانوں کو یہ مشورہ دے چکے تھے کہ وہ عرب کی طرف دیکھنا چھوڑ دیں۔ ہندوؤں کی طرف سے یہ مشورہ ایک عرصے سے مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے لیکن اب ۲۴ حکومت نے بھی یہ مشورے دینے شروع کر دیئے ہیں۔ ڈاکٹر سمپورنانند کا یہ مشورہ پنڈت نہرو کے نوٹس میں لایا گیا تو انہوں نے اس کی مخالفت نہیں کی بلکہ اسے حق بجانب ثابت کیا۔ آج اسی پنڈت نہرو سے رابطہ پیدا کئے جا رہے ہیں اور

[illegible]

اسلام کی سرگزشت

عربوں کی حیات عقلیہ اور اس کے مظاہر سے گفتگو کرنے کے بعد یہ بتایا جا چکا ہے کہ عربوں کی عقلیت جاہلیہ اور عقلیت اسلامیہ میں کتنا فرق تھا آج کی فرصت میں ان دونوں عقلیتوں کے تصادم و تزاحم سے جو نتائج برآمد ہوئے ان سے گفتگو کی جائے گی۔

اس کے بعد اب دیکھنا یہ ہے کہ عرب کے یہ باشندے اسلام سے کس حد تک متاثر ہوئے تھے؟ کیا محض ان کے اسلام میں داخل ہو جانے سے جاہلیت کی یہ تعلیمات اور جاہلیت کے یہ رجحانات بالکلیہ ملیامیٹ ہو گئے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایسا بالکل نہیں ہوا۔ ادیان اور آراء کی تاریخ اس کے امکان کا قطعاً انکار کرتی ہے نئے اور پرانے رجحانات، پرانے دین اور نئے دین کے درمیان عرصۂ دراز تک نزاع قائم رہتی ہے۔ اور نئی چیز پرانی چیز کی جگہ پر آہستہ آہستہ اور تدریجاً ہی جا کرتی ہے۔ ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کہ پرانی چیزیں یکسر مٹ جائیں۔ یہی کچھ جاہلیت اور اسلام کے درمیان میں ہوا۔ وقتاً فوقتاً جاہلی رجحانات ظاہر ہوتے رہتے اور اسلامی رجحانات سے نبرد آزما ہوتے تھے۔ ایک عرصۂ دراز تک یہی صورت قائم رہی ہے۔

اس نبرد آزمائی کے کچھ مظاہر ہم بیان کرتے ہیں۔

اسلام آیا اور اس نے قبائلی اور جنسی تعصب کو مٹانے کی کوشش کی۔ اس نے لوگوں کو اس خیال کی طرف دعوت دی کہ تمام انسان سب کے سب برابر ہیں۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ خدا کے نزدیک تم میں سے شریف تر وہ ہے جو قوانین خداوندی کی زیادہ نگہداشت کرتا ہو۔ حدیث میں ہے کہ سارے مؤمن بھائی بھائی ہیں۔ سب کے خون ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ ان کا ادنیٰ ترین آدمی بھی جسے چاہے پناہ دے سکتا ہے اور وہ اپنے مخالفین کے مقابلہ میں ایک اجتماعی طاقت ہیں۔ رسول اللہ صلعم نے حجۃ الوداع میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ "لوگو! خدا نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادوں پر فخر و غرور دور کر دیا ہے۔ تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو جو مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔ فضیلت اگر ہو سکتی ہے تو صرف قوانین الٰہی کی نگہداشت سے ہو سکتی ہے۔ نیز مسلم نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلعم نے فرمایا "جس نے گمراہی کے جھنڈے تلے جنگ کی جبکہ وہ کسی عصبیت کی خاطر غضبناک ہو رہا ہو یا عصبیت کی طرف لوگوں کو بلا رہا ہو یا کسی عصبیت کی مدد کر رہا ہو اور اس حالت میں قتل ہو جائے تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔" رسول اللہ صلعم نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم فرما دیا تھا۔ جبکہ قدیم زمانہ سے اہل مکہ اور اہل مدینہ کے درمیان دشمنی اور عداوت چلی آتی تھی۔

ان تعلیمات کے باوجود عصبیت کا رجحان مٹ نہیں گیا تھا جب کبھی عصبیت کو بھڑکانے والی کوئی چیز ظاہر ہو جاتی تھی تو یہ عصبیت پوری قوت کے ساتھ سر اٹھا کر کھڑی ہو جاتی تھی۔ غزوۂ بنی مصطلق کے بارہ میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے ذرا اسے دیکھو کہ رسول اللہ صلعم مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ جہاد کے لئے نکلے۔ راستہ میں کسی مہاجر مسلمان نے ایک انصاری مسلمان کو پیچھے سے دھکا دیدیا۔ دونوں میں لڑائی ٹھن گئی حتیٰ کہ انصاری نے جماعت انصار کو مدد کے لئے پکارا اور مہاجر نے جماعت مہاجرین کو نبی اکرم صلعم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا تم لوگوں کو کیا ہو گیا کہ جاہلیت کی پکاروں پر تم لوگ دوڑ پڑتے ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک مہاجر آدمی نے ایک انصاری کو دھکا دیدیا ہے اس پر لوگ دوڑے جا رہے تھے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا اس بات کو چھوڑ دو۔ ایسی باتوں میں سے گندگی کی بو آتی ہے۔ اس پر عبداللہ ابن ابی بن سلول (منافقین کے سرغنہ) نے کہا لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ۔ اگر ہم خیریت کے ساتھ مدینہ لوٹ گئے تو دیکھنا، وہاں جا کر جو لوگ معزز ہوں گے (یعنی انصار) وہ ذلیل لوگوں (مہاجرین) کو مدینہ سے باہر نکال دیں گے۔

تم نے دیکھا کہ ذرا سے معمولی نزاع سے جو ایک بہت ہی معمولی سی بات پر شروع ہوا تھا کس طرح لوگوں کو بھڑکا دیا اور جاہلی رجحان کی طرف دعوت دیدی اور پھر کس طرح مکی اور مدنی عصبیتوں کو از سر نو یاد دلا دیا؟

جب خلافت بنو امیہ کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو پرانی عصبیت پھر اسی حالت پر لوٹ آئی جیسا کہ وہ زمانۂ جاہلیت میں ہوا کرتی تھی۔ بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان زمانۂ اسلام میں بھی قطعاً وہی عصبیت موجود تھی جو زمانۂ جاہلیت میں ہوا کرتی تھی۔ بنو امیہ والے اپنے تدبر، علم، خطباء اور شعراء کی کثرت پر فخر کیا کرتے تھے۔ اس کے جواب میں بنو ہاشم بھی اپنی یہی خصوصیات پیش کرتے تھے۔ ان کا یہ جھگڑا اور مفاخرت زمانۂ جاہلیت کی باہمی منافرت کی سچی تصویر ہوا کرتی تھی۔[1] اس کے ساتھ ہی زمانۂ اسلام میں عدنانی اور قحطانی قبائل میں بھی پرانی نزاع زندہ ہو چکی تھی۔ چنانچہ دونوں قبائل میں ملک کے ہر حصہ میں دشمنی عداوت بلکہ جنگ و جدال کا بازار گرم تھا۔ اگرچہ مختلف علاقوں میں ان کے نام ذرا مختلف تھے مثلاً خراسان کے اندر بنو ازد اور بنو تمیم کے مابین جنگ برپا تھی۔ ان میں سے بنو ازد یمنی ہیں اور دوسرے عدنانی ہیں۔ شام کے علاقہ میں بنو کلب اور بنو قیس میں معرکہ کارزار گرم تھا جن میں سے بنو کلب یمنی (یعنی قحطانی) ہیں اور بنو قیس عدنانی ہیں۔ یہی حالت اندلس میں تھی۔ اور بعینہٖ یہی کچھ عراق میں ہو رہا تھا۔ ابن ابی الحدید نے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ کے آخری عہد میں اہل کوفہ مختلف قبائل پر مشتمل تھے۔ ایک آدمی اپنے قبیلہ کے محلہ سے نکلتا اور کسی دوسرے قبیلہ کے محلہ پر سے گزرتا۔ اپنے قبیلہ کا نام لے کر پکارتا۔ اے قبیلۂ نخع! یا اے قبیلۂ کندہ! تو اس پر اس قبیلہ کے نوجوان جس پر وہ گذر رہا ہوتا تھا اس پر بھڑک اٹھتے اور وہ اپنے قبیلہ کو پکارنے لگتے۔ اے قبیلۂ بنو تمیم! یا اے قبیلۂ بنو ربیعہ! لوگ اس پکارنے والے کی آواز پر دوڑ پڑتے اور اس شخص کو پیٹ ڈالتے۔ پٹ پٹا کر یہ اپنے قبیلہ میں پہنچتا اور انہیں مدد کے لئے پکارتا۔ طرفین سے تلواریں سونت لی جاتیں اور فتنہ بھڑک اٹھتا[2]

---

[1] شرح ابن ابی الحدید صفحہ ۴۶۲/۳ میں دونوں فریقوں کے بیانات پڑھئے جس سے معلوم ہوگا کہ وہ کن باتوں پر فخر کر رہے ہیں۔

[2] شرح ابن ابی الحدید جلد دوم۔

طلوع اسلام

دسمبر کے آخر تک ہفتہ وار شائع ہوگا۔ اور اس کے بعد یکم فروری کو ماہنامہ کا پہلا پرچہ آپ تک پہنچے گا۔

(۲) ہفتہ وار خریداران کا حساب، ماہنامہ کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔

(۳) جن احباب نے ہفتہ وار طلوع اسلام کے لئے ہمیں کوئی مالی امداد دی تھی۔ (خواہ وہ پانچ روپے ہی کیوں نہ تھی) ہم نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ تاحین حیات طلوع اسلام، ان کی خدمت میں بلا قیمت حاضر ہوتا رہے گا۔ ہمارا یہ وعدہ بدستور قائم ہے۔

ان کی خدمت میں

ماہنامہ بھی

بلا قیمت پہنچتا رہے گا۔ وبید کا التوفیق۔

اسباب زوال امت

از پرویز

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

درسِ بخاری

(۴)

بسلسلۂ سابقہ صحیح بخاری کی منتخب احادیث بلا تبصرہ پیش کی جا رہی ہیں۔ احادیث کا ترجمہ مرزا حیرت صاحب دہلوی کا کیا ہوا ہے۔ حوالہ کے لئے اوپر صفحہ کا نمبر دے دیا گیا ہے۔ اور نیچے حدیث کا نمبر ہے۔

(۱۳۴/۴۹۹) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان تم میں سے ہر ایک کی گدی میں جب وہ سو جاتا ہے۔ تین گرہ دے دیتا ہے۔ ہر گرہ کی جگہ پر یہ پھونک دیتا ہے عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ پس اگر وہ شخص بیدار ہوا۔ اور اس نے اللہ کو یاد کیا۔ تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر اس نے وضو کر لیا تو ایک اور گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر اس نے نماز پڑھ لی تو سب گرہیں کھل جاتی ہیں پس وہ صبح کو (نماز کے لئے) فرحت کے ساتھ شگفتہ خاطر اٹھتا ہے۔ ورنہ صبح کو کبیدہ خاطر اور کسلمند اٹھتا ہے۔

(۱۳۵/۵۰۲) حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آفتاب کا کنارہ طلوع کر آئے تو تم نماز کو ترک کر دو۔ یہاں تک کہ وہ پورا طلوع ہو جائے۔ اور جب آفتاب کا کنارہ غروب ہو جائے تو تم نماز کو ترک کر دو۔ یہاں تک کہ وہ پورا غروب ہو جائے۔ اور تم اپنی نمازیں نہ طلوع آفتاب کا وقت کرنے دو نہ غروب کا۔ اس لئے کہ آفتاب شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان میں طلوع کرتا ہے۔

(۱۳۶/۵۱۳) حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز کرتا ہوا بھاگ نکلتا ہے۔ پھر جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو وہ سامنے آجاتا ہے۔ بعد اس کے جب اقامت کہی جاتی ہے۔ تو پھر بھاگ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اقامت ختم ہو جاتی ہے تو پھر سامنے آجاتا ہے۔ اور انسان کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے اور کہتا ہے فلاں بات اور فلاں بات یاد کرو۔ یہاں تک کہ اس شخص کو یاد نہیں رہتا کہ تین رکعتیں پڑھیں یا چار۔ پس جب کسی کو یاد نہ رہے کہ تین رکعتیں پڑھیں یا چار رکعتیں تو اسے چاہیئے کہ سجدہ سہو کرے۔

(۱۳۷/۵۱۷) حضرت ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جمائی شیطان (کے حرکات میں) سے ہے پس جبکہ تم میں سے کسی کو جمائی (انگڑائی) آئے تو حتی الامکان وہ اس کو روکے کیونکہ جب تم میں سے کوئی شخص جمائی (لیتے وقت) ہا کہتا ہے تو شیطان ہنستا ہے۔

(۱۳۸/۵۲۴) حضرت ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی شخص خواب سے جاگے تو وضو کرے۔ اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈال کر صاف کرے کیونکہ شیطان اس کی ناک میں شب کو رہتا ہے۔

(۱۴۳/۵۵۴) حضرت ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت کبھی نہ سڑتا۔ اور اگر حوا نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے شوہر کی خیانت کرتی

(۱۴۹/۵۶۱) حضرت ابن عباس نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ برہنہ پا۔ برہنہ بدن بغیر ختنہ کے حشر کئے جاؤ گے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيْدُهٗ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِيْنَ اور قیامت کے دن سب سے پہلے جسے کپڑے پہنائے جائیں گے وہ ابراہیم ہیں اور اس دن میرے چند صحابہ بائیں جانب لے جائے ہوں گے۔ میں کہوں گا یہ تو میرے صحابہ ہیں یہ تو میرے صحابہ ہیں۔ پھر اللہ فرمائے گا کہ یہ لوگ اپنے پچھلے دین پر لوٹ گئے تھے جب سے آپ ان کے پاس سے جدا ہوئے۔ پس میں کہوں گا جیسا کہ نیک بندے (یعنی عیسٰی) نے کہا تھا وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ إِلٰى قَوْلِهٖ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

(۱۶۱/۶۱۱) حضرت ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ایک دن اس حال میں کہ ایوب برہنہ نہا رہے تھے کہ ان پر بہت سی ٹڈیاں سونے کی گریں تو ان کو بٹور بٹور کے اپنے کپڑوں میں رکھنے لگے تو ان کے پروردگار نے انھیں آواز دی کہ اے ایوب کیا میں نے تمہیں اس چیز سے جس کو تم دیکھ رہے ہو بے پروا نہیں کر دیا ہے۔ انھوں نے عرض کیا ہاں اے میرے پروردگار مگر تیری برکت سے بے پروائی نہیں ہے۔

(۱۶۲/۶۱۲) حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شب میں مجھے معراج ہوئی ہے مجھے دو پیالے دیئے گئے ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب۔ جبریل نے کہا ان دونوں میں جو چاہیئے پیجئے۔ تو میں نے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ اور اس کو پیا تو جبریل نے کہا آپ نے فطرت کو اختیار کیا۔ ہاں اگر آپ شراب لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

(۱۶۷/۶۵۱) حضرت عبادہ (بن صامتؓ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ جو شخص اس بات کی شہادت دے کر اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور اس بات کی کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس بات کی کہ عیسٰی اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو اللہ نے مریم کی طرف پہنچایا۔ اور اس کی روح ہیں اور اس بات کی کہ جنت حق ہے۔ دوزخ حق ہے اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا چاہے وہ جس قسم کے اعمال کرتا ہو۔

(۱۸۱/۶۶۷) حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک یقیناً تم لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کی پیروی کرو گے بالشت بہ بالشت اور گز بہ گز یہاں تک کہ اگر وہ کسی سوسمار کے سوراخ میں گئے ہوں گے۔ تو تم بھی ان میں جاؤ گے ہم لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (پہلے لوگوں سے) کیا یہود و نصاریٰ (مراد ہیں) آپ نے فرمایا (وہ مراد نہیں) تو پھر کون۔

(۱۸۸/۶۹۶) حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس حال میں کہ ایک شخص اپنی ازار تکبر سے لٹکاتا ہوا جا رہا تھا۔ زمین میں دھنس گیا۔ اور وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہوا چلا جائے گا۔

(۲۷۲/۱۰۷۱) ہشامؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ خدیجہ کی وفات تین برس اس سے پہلے ہو گئی تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کریں۔ پس آپ نے دو برس اس کے بعد یا قریب اس کے توقف کیا۔ پھر عائشہ سے نکاح کر لیا اور وہ (اس زمانہ میں) چھ برس کی تھیں۔ بعد اس کے آپ نے ان سے زفاف کیا اور وہ نو برس کی تھیں۔

مقام حدیث (دو جلدوں میں) قیمت فی جلد چار روپے

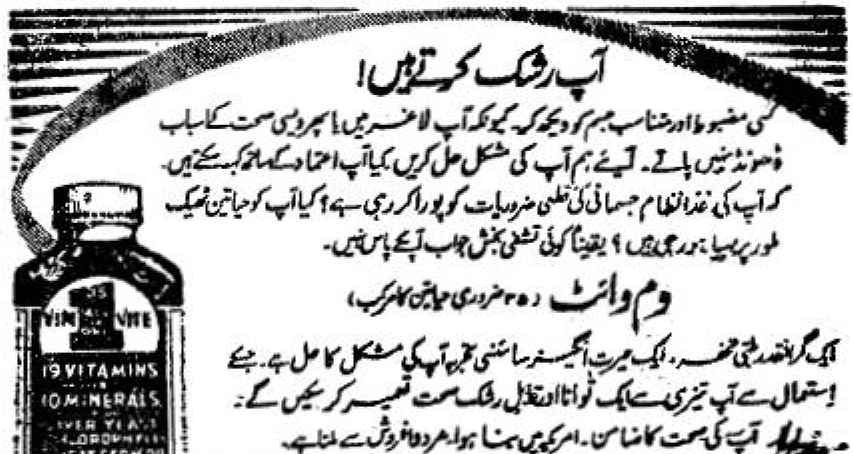

مجلسِ اقبال

مثنوی اسرارِ خودی

باب پنجم (مسلسل)

ایک دن کا ذکر ہے کہ بوعلی قلندر کا ایک مرید بازار کی طرف گیا

عاملِ آں شہری آمد سوار
ہم رکابِ او غلام و چوب دار

اتفاق سے اس شہر کا گورنر سامنے سے آرہا تھا اس کے جلو میں اس کے غلام اور چوبدار تھے۔

پیش رو زد بانگ اے ناہوشمند
بر جلو داران عامل رہ مبند

اس امیرانہ جلوس کے آگے آگے جو چوب دار راستہ صاف کرنے پر متعین تھا اس نے اس فقیر کو آواز دی اور کہا کہ راستے سے ایک طرف ہٹ جا شاہانہ سواری آرہی ہے۔

رفت آں درویش سر افگندہ پیش
غوطہ زن اندر یمِ افکارِ خویش

لیکن وہ درویش اپنے خیالات کی دنیا میں اس قدر غرق تھا کہ اسے اپنے دآں کی کوئی خبر نہ تھی۔ اس نے چوبدار کی اس آواز کو سنا تک نہیں اور اسی طرح سر جھکائے آگے بڑھتا چلا گیا۔

چوبدار از جامِ استکبار مست
بر سرِ درویش چوبے خود شکست

چوبدار آگے بڑھا اور زور سے ایک ڈنڈا اس درویش کے سر پر مارا

از رہِ عامل فقیر آزردہ رفت
دل گران و ناخوش و افسردہ رفت

وہ درویش اس چوبدار کی اس حرکت سے بہت دل گیر ہوا اور

در حضورِ بوعلی فریاد کرد
اشک از زندانِ چشم آزاد کرد

روتا ہوا حضرت بوعلی قلندر کے پاس گیا اور ان سے اس چوبدار کے ظلم کے خلاف فریاد کی۔

صورتِ برقے کہ بر کہسار ریخت
شیخ سیلِ آتش از گفتار ریخت

شیخ قلندر نے جب اپنے درویش سے یہ ماجرا سنا تو جس طرح پہاڑ پر بجلی گرتی ہے اس طرح غضب میں آگئے

از رگِ جاں آتشِ دیگر کشود
با دبیرِ خویش ارشادے نمود

وہ غصہ میں آئے اور اپنے منشی سے کہا کہ

خامہ را بگیر و فرمانے نویس
از فقیرے سوئے سلطانے نویس

قلم اٹھاؤ اور ایک فقیر کی طرف سے ایک سلطان کو خط لکھو اور اس میں تحریر کرو کہ

بندہ ام را عاملت بر سر زدہ است
بر متاعِ جانِ خود اخگر زدہ است

تیرے گورنر نے میرے مرید کے سر پر ڈنڈا مارا ہے۔ اس نے اس کے سر پر یہ ڈنڈا نہیں مارا بلکہ یوں سمجھئے کہ خود اپنی متاعِ جان میں ایک چنگاری ڈال دی ہے جو اسے جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دے گی۔

باز گیر ایں عاملِ بدگوہرے
ورنہ بخشم ملکِ تو با دیگرے

اس بدنہاد گورنر کو واپس بلالو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو میں تمہاری بادشاہت کسی اور کو دیدوں گا۔

نامۂ آں بندۂ حق دستگاہ
لرزہ ہا انداخت در اندامِ شاہ

اس بندہ حق کے خط سے بادشاہ کے جسم پر لرزہ طاری ہوگیا۔

پیکرش سرمایۂ آلام گشت
زرد مثلِ آفتابِ شام گشت

اس کا دل کرب و اضطراب کی آماجگاہ بن گیا اور اس کا چہرہ زرد ہوگیا۔

بہر عامل حلقۂ زنجیر جست
از قلندر عفوِ ایں تقصیر جست

بادشاہ نے حکم دیا کہ اس گورنر کو زنجیروں میں جکڑ کر پیش کیا جائے اور دوسری طرف شاہ بوعلی قلندر سے اس تقصیر کی معافی کی تدبیر سوچی۔

خسروِ شیریں زباں رنگیں بیاں
نغمہ ہائش از ضمیرِ کن فکاں
فطرتش روشن مثالِ ماہتاب
گشت از بہرِ سفارت انتخاب

سوال یہ پیدا ہوا کہ اس معافی نامہ کو لے کر بوعلی قلندر کی بارگاہ میں جائے کون۔ بادشاہ کی نگاہ انتخاب امیر خسرو پر پڑی۔ وہ خسرو جو اپنی شاعری میں رنگین بیان بھی ہے اور معنویت کے لحاظ سے جو ضمیر کائنات میں چھپے ہوئے حقائق کو پہچانتا ہے۔ امیر خسرو نے اپنا رباب اٹھایا اور بادشاہ کے معافی نامہ کے ساتھ بارگاہ قلندری کی طرف روانہ ہوا۔

چنگ را پیشِ قلندر چوں نواخت
از نوائے شیشۂ جانش گداخت

امیر خسرو نے رباب کے ساتھ ایک ایسا دلکش نغمہ گایا کہ اس سے قلندر کا شیشۂ قلب پگھل گیا۔

شوکتے کو پختہ چوں کہسار بود
قیمتِ یک نغمۂ گفتار بود

قلندر کی وہ شان و شوکت جو پہاڑ کی طرح مستحکم تھی اس کی قیمت ایک نغمہ کے برابر نکلی۔

اس حقیقت کو بیان کرنے کے بعد علامہ اقبال کہتے ہیں کہ

نیشتر بر قلبِ درویشاں مزن
خویش را در آتشِ سوزاں مزن

تو کبھی درویشوں کی دل آزاری مت کر۔ یہ ان کی دل آزاری نہیں ہوتی بلکہ اپنے آپ کو خطرخیز آتش کے سپرد کردینے کے مرادف ہوتا ہے۔ اقبالؔ کا کہنا یہ ہے کہ خودی کے استحکام سے انسان میں اس قدر استغناء پیدا ہو جاتا ہے کہ اس کے سامنے دنیاوی شاہنشاہوں کی کوئی قیمت نہیں رہتی۔ اور جب وہ کسی مظلوم کی دادرسی کے لئے اٹھتا ہے تو بڑے سے بڑا شاہنشاہ بھی اس کے سامنے کانپ اٹھتا ہے

اس شعر پر اس باب کا خاتمہ ہوتا ہے۔

اقبال اور قرآن
از پرویز
قیمت دو روپے

عورت کا قرآن

ظاہر ہے کہ اس فلسفہ سے بہتر کوئی فلسفۂ نکاح پیش کیا جا سکتا ہے اور نہ کوئی مسئلہ ازدواج اس اصول سے ہٹ کر مرتب ہو سکتا ہے۔ پھر غور کیجئے کہ آیا کمسنی کی شادی میں یہ کیفیت باہم پیدا ہو سکتی ہے کیا نابالغ بچے اس راحت قلب، اس سکون جاں اور اس لذت اتحاد کو سمجھ سکتے ہیں جن کا ذکر کلام مجید میں کیا گیا ہے؟ سورۂ نساء میں ارشاد ہوتا ہے:

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (نساء ۱)

یعنی ان عورتوں سے جو تمہارے دل کو بھا جائیں، نکاح کرو۔

ظاہر ہے کہ ایک مرد کے دل میں عورت کی طرف میلان، بلوغ کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ اور ایک عورت بالغ ہونے کے بعد ہی پسندیدگی کے قابل ہوتی ہے ... کلام مجید میں ایک آیت یہ بھی ہے جس سے نابالغ لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کی ممانعت ظاہر ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا (۴)

اے ایمان والو! تمہارے لئے کسی طرح جائز نہیں کہ جبر و اکراہ سے عورتوں کے وارث بن جاؤ۔

مدعا یہ ہے کہ عورتوں سے اجازت حاصل کر کے، اُن کی مرضی و خوشنودی سے ان کے شوہر و وارث بنو۔ اور ظاہر ہے کہ ایک نابالغ لڑکی اس کی اہل نہیں ہے کہ وہ اپنی رضامندی کا اظہار کر سکے۔ اس میں اتنی سمجھ ہی نہیں ہوتی کہ وہ اچھے بُرے میں تمیز کر کے اپنے شوہر یا وارث کا انتخاب کرے۔ اسی لئے اس آیت کے نزول کے بعد اسلام میں کوئی نکاح نابالغ لڑکی سے عمل میں نہیں آیا۔

امام سرخسیؒ نے ذیل کی آیت سے نکاح صغیرہ کا جواز ثابت کیا ہے:

وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ ۚ (طلاق ۱)

جو عورتیں کبیر سنی کی وجہ سے حائضہ نہیں ہوتی ہیں یا جن کو حیض ہی نہیں آتا ہے اُن کی عدت کی مدت تین ماہ ہے۔"

اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے کہ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ سے "نابالغ لڑکیاں ہی مراد ہیں اور وہ عورتیں مراد نہیں جن کا کسی ..... بیماری کی وجہ سے حیض بند ہو جاتا ہے[1]"۔ تو بھی اس آیت سے صغیرہ کے نکاح کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ آیت اُن نکاحوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جو اس سے قبل کی آیت نازل ہونے سے پہلے عمل میں آ چکے تھے اور اس سے نکاح صغیرہ کا جواز ثابت نہیں ہوتا۔

کلام مجید کے ساتھ جب احادیث پر غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ نے نکاح کے لئے عورت کی اجازت کو بہت ضروری قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ طلب اجازت، صغیرہ سے نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بالغ لڑکی سے ممکن ہے۔ چونکہ اس قسم کی متعدد روایات تمام مشہور کتب حدیث میں باب النکاح کے تحت پائی جاتی ہیں، اس لئے ان کے اندراج کی ضرورت نہیں[2]..... پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ مسئلہ جس کی تصدیق میں قرآن کے احکام صراحتاً موجود ہیں۔ جس کے باب میں احادیث کی تائید موجود ہے، جو طبعاً، تمدناً اور اخلاقاً ہر طرح مستحسن ہے، اس سے اختلاف کرنا اور اختلاف بھی ایسا شدید کہ معلوم ہوتا ہے مولویوں کے سر پر پہاڑ آسمان سے ٹوٹ پڑا ہے، کس عجیب و غریب ذہنیت کا نتیجہ ہے۔

ظاہر ہے کہ جب کہیں پر قرآن پاک میں نابالغ عورت یا مرد کے "نکاح کا ذکر نہیں بلکہ ہر جگہ اس کے خلاف آیتیں ملتی ہیں تو یہ کیسے مسلمانوں کو سمجھایا اور منوایا جاتا رہا یا اب تک اصرار ہے کہ اسلام نے نابالغ لڑکی کے نکاح کی اجازت دی ہے۔ لہذا مسلمانوں کا یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ "نابالغ لڑکی" کا بھی نکاح کرنے کی قرآن نے اجازت دی ہے۔ فقہا کو بعض احادیث سے مزید غلط فہمی ہوئی ہے۔ بخاری میں ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ "لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ" یعنی "ولی کے بغیر نکاح نہیں"۔ اس کا مطلب لوگوں نے نابالغ کا ولی" سمجھا۔ حالانکہ "بعنوان پسندیدہ عورت سے نکاح" میں بتایا جا چکا ہے کہ "عورت" کو قرآن نے کسی مرد کی وساطت سے کسی کے ساتھ معاملہ طے کر کے نکاح کرنے کے طریقۂ متعارفہ کی تائید کی ہے جو "والد یا ولی" ہونا چاہیئے۔ اس لئے اس حدیث میں "ولی" سے مراد وہی ولی ہے نہ کہ نابالغ کا ولی۔

بہت سے لوگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے نکاح کو صغیر سنی کی شادی کے جواز اور ثبوت میں پیش کرتے ہیں جن کے بارے میں روایاتی طور پر مشہور ہے کہ ان کا چھ برس کی عمر میں، رسول اللہ سے (جبکہ وہ پچاس سال کے تھے) نکاح ہوا تھا اور ۹ برس کی عمر میں، ہجرت کے بعد رسول اللہ نے ان کو مدینہ بلایا تھا۔ یہ ثبوت ناقص اور یہ دلیل کمزور ہی نہیں، عجیب و غریب بھی ہے۔ میں اس موضوع پر چند حیثیت سے روشنی ڈالوں گی[3]۔

(۱) بلوغ کا انحصار صرف عمر ہی پر نہیں بلکہ ملک کی آب و ہوا، گھر کی رہائش، جُثہ اور خوراک (constitetion) پر بھی ہے۔ لہذا یہ کلیہ نہیں قرار پائے گا۔

(۲) بعض عورت اور مرد کم عمری ہی میں بالغ ہو جاتے ہیں۔ لہذا اگر کوئی ایسی مثال ملے بھی تو اُسے ثبوت میں نہیں پیش کیا جا سکتا۔

(۳) آنحضرت صلعم کے لئے کچھ باتیں مخصوص بھی تھیں۔ وہ اُمت کے لئے وجہ جواز نہیں بن سکتیں انہوں نے تو بیک وقت آٹھ آٹھ بیویاں کی تھیں مگر مسلمانوں کو چار سے زیادہ کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ ان کے لئے وہ عورتیں بھی حلال کی گئی تھیں جو اپنے آپ کو بلا معاوضہ رسول کی خدمت میں پیش کریں۔ مگر ان کی اُمت کو یہ حق نہیں دیا گیا ہے اس لئے اگر اُن کا کسی ایک نابالغ عورت سے نکاح کرنا ثابت بھی ہو جائے تو اس سے جواز ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

---

[1] دیکھا آپ نے جناب نیاز نے بھی اس آیت کا مفہوم وہی سمجھا ہے جو مولانا اسلم نے، اور جو حقیقت ہے۔

[2] وجہ شاید یہ صحیح نہیں ہے بلکہ یہ کہ:

"میں چونکہ رسول اللہ کی ذات گرامی کو بخاری وغیرہ سے ارفع سمجھتا ہوں اس لئے ظاہر ہے کہ میں احادیث کا کیونکر قائل ہو سکتا ہوں؟"

(مجموعۂ استفسار جلد سوم صفحہ ۳۴۲)

[3] واقعہ یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ کے متعلق یہ روایت ہی غلط ہے کہ ان کی عمر نکاح کے وقت چھ سال تھی۔ "طلوع اسلام"

طلوعِ اسلام

بلند پایہ علمی پرچہ ہے جو کثیر تعداد میں شائع ہو کر پاکستان کے ہر گوشہ اور ہر طبقہ میں پڑھا جاتا ہے۔

پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی جاتا ہے۔

اس میں شائع شدہ اشتہارات ہزاروں نظروں سے گذرتے ہیں۔

لہذا

اس میں اشتہار دے کر اپنے کاروبار کو فروغ دیجئے

نرخنامہ اشتہارات و دیگر تفصیلات ناظم شعبہ اشتہارات سے حاصل کیجئے۔

ناظم ادارہ طلوعِ اسلام پوسٹ بکس نمبر ۳۱۲۳ صدر کراچی

تعارف

[ہم نے وعدہ کیا تھا کہ محترم پرویز صاحب کی شائع ہونے والی کتاب "انسان نے کیا سوچا" کا تفصیلی تعارف کرا دیا جائے گا۔ اس ضمن میں ہم نے خیال کیا ہے کہ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ کتاب کا پیش لفظ جو مصنف کا اپنا تحریر کردہ ہے۔ طلوع اسلام میں شائع کر دیا جائے چنانچہ اسے درج ذیل کیا جاتا ہے]۔

انسان دنیا میں رہتا ہے۔ اس کے سامنے قدم قدم پر زندگی کے مسائل آتے ہیں۔ ان مسائل کی نوعیت کتنی ہی مختلف اور ان کی شکلیں کیسی ہی متنوع کیوں نہ ہوں۔ ان کا تعلق ان تین شقوں میں سے کسی ایک شق سے ضرور ہوگا۔ یعنی (i) انسان اور خارجی کائنات سے متعلق مسائل (ii) انسان اور انسان کے باہمی معاملات اور (iii) انسان کی اندرونی دنیا کی کشمکش۔ ان مسائل کے حل کے لئے انسان کو عقل و شعور اور فہم و فراست کی قوت دی گئی ہے۔ انسان کی پوری تاریخ عقل کی ان کوششوں کی داستان ہے۔ جو اس نے ان مسائل کے حل کے دریافت کرنے کے سلسلہ میں کی ہیں عقل کا طریق تجرباتی ہے۔ وہ مسئلہ پیش نظر کے لئے ایک طریق تجربتہً اختیار کرتی ہے۔ اس میں بے حد محنت صرف ہوتی ہے وقت لگتا ہے۔ جانیں ضائع ہوتی ہیں۔ بعض اوقات خون کی ندیاں بہہ جاتی ہیں۔ بستیوں کی بستیاں تباہ ہو جاتی ہیں۔ قومیں کی قومیں ہلاک ہو جاتی ہیں۔ پھر کہیں صدیوں کے بعد جا کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ تجربہ کیسا رہا۔ اکثر اوقات وہ تجربہ غلط ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے انسانی فکر کو ایک نیا تجربہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ کامیاب ثابت ہوتا ہے تو جس وقت اس کی ابتدا ہوئی تھی۔ اس وقت سے لیکر اس کی آخری منزل تک پہنچتے پہنچتے دنیا آگے نکل چکی ہوتی ہے۔ اس کے تقاضوں میں تبدیلیاں پیدا ہو چکی ہوتی ہیں۔ اس لئے انسانی فکر کو اپنے تجربے پر مزید اضافے کرنے پڑتے ہیں۔ عقل انسانی اس طرح رفتہ رفتہ، بتدریج منزل بہ منزل طبقاً عن طبق تجرباتی طریق سے زندگی کے مسائل کے حل میں آگے بڑھتی آ رہی ہے — خون کے دریا پیرتی، آگ کی خندقیں پھاندتی، مصیبتوں کے پہاڑوں پر سے گذرتی مشکلات کے سمندروں کو عبور کرتی۔ ٹھوکریں کھاتی، ہڈیاں تڑواتی، اپنے ہمت شکن اور حوصلہ فرسا سفر کو طے کرتی چلی آ رہی ہے۔

ایک مکتب فکر یہ کہتا ہے کہ چونکہ انسان کے پاس عقل کے علاوہ اور کوئی ذریعہ علم نہیں۔ اس لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ انسان ان تمام جگر سوز مشقتوں کو برداشت کرے۔ اور ناکام تجارب کی صعوبتیں برداشت کرتا ہوا عقل کی راہ نمائی میں زندگی کا سفر کرتا ہے۔

لیکن ایک دوسرا گروہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ زندگی کے مسائل کے حل کے لئے انسان کو تنہا عقل کے تجرباتی طریق کے سپرد نہیں کیا گیا۔ بلکہ ایک اور ذریعہ علم بھی ہے۔ جس کی رو سے یہ صحیح اور غلط راستے میں فوراً امتیاز کر سکتا ہے۔ اور اس طرح ناکام تجارب کی مصیبتوں سے بچ کر، امن و عافیت سے منزل مقصود تک پہونچ سکتا ہے۔ اس طرح نہ صرف یہ کہ انسان اس قدر جانکاہ مشقتوں سے بچ جاتا ہے۔ بلکہ جو راستے عقل کے ناکام تجارب کی رو سے صدیوں میں طے ہونا تھا۔ وہ چند لمحوں میں طے ہو جاتا ہے — طے شود جادۂ صد سالہ بآہے گاہے۔ لیکن یہ ذریعہ علم ہر انسان کے اندر اس طرح ودیعت کر کے نہیں رکھ دیا گیا جس طرح حیوانات میں جبلت (INSTINCT) ہے۔ اس کا علم خاص خاص افراد انسانیہ کی وساطت سے نوع انسانی کو دیا گیا ہے۔ اس کا نام وحی ہے۔ اگر انسانی عقل (ناکام تجرباتی طریق کار کی بجائے) وحی کی روشنی میں شاہراہ زندگی پر گامزن ہو تو جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے۔ انسان بے حد مشقتوں سے بچ جاتا ہے۔ اور اس کی تمام توانائیاں (جو اس طرح ناکام تجارب کی نذر ہو جاتی تھیں۔ زندگی کے تعمیری نتائج مرتب کرنے میں صرف ہوتی ہیں۔ اور اس طرح انسانیت برق رفتاری سے اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتی چلی جاتی ہے۔

وحی عقل انسانی کو مردود قرار نہیں دیتی۔ نہ ہی اس کی تحقیر و تذلیل کرتی ہے۔ وہ عقل کا بڑا احترام کرتی ہے۔ وہ کہتی صرف یہ ہے کہ جس طرح انسانی آنکھ کے لئے سورج کی روشنی کی ضرورت ہے۔ اسی طرح عقل کے لئے وحی کی روشنی کی ضرورت ہے تنہا عقل کی رو سے زندگی کے معاملات کا حل تلاش کرنے اور اس تلاش میں عقل کو وحی کی روشنی میں چلانے کا فرق ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک اندھے اور آنکھوں والے کا نئے نئے راستوں پر سفر کرنے کا فرق۔

یہ ہے اس دوسرے گروہ کا دعویٰ۔

ان دونوں گروہوں کے نقاط نظر کو معلوم کر لینے کے بعد اب آگے بڑھیئے۔ جس مقام پر ہم آج کھڑے ہیں۔ اگر وہاں تک پہونچ کر عقل انسانی (ہزار ناکام تجارب کے بعد ہی سہی) انسانی زندگی کے تمام مسائل کا حقیقی حل دریافت کر چکی ہے تو پھر یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ انسان کو عقل کی راہ اختیار کرنی چاہیئے یا وحی عقل کی۔ وحی کا منشا بھی تو زندگی کے مسائل حل کرنا تھا۔ وہ مسائل اگر وحی کی مدد کے بغیر حل ہو چکے ہیں۔ تو معاملہ ختم ہوا۔ اب عقل اور وحی کی بحث ہی بے کار ہے۔

لیکن اگر انسانی عقل ابھی تک زندگی کے مسائل کا حقیقی حل دریافت نہیں کر سکی۔ اور ہنوز اپنے تجربات کے بھنور میں ہی سرگرداں ہے۔ تو پھر یہ سوال واقعی قابل غور ہے کہ انسان اس طریق کار کو جاری رکھے۔ یا وحی کے دعوے کو بھی آزما دیکھے لہٰذا سب سے پہلا غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا آج عقل کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ تمام انسانی مسائل کا اطمینان بخش حل دریافت کر چکی ہے۔

اگر عقل کا یہ اعتراف یہ ہو کہ وہ ابھی تک ان مسائل کا حل دریافت نہیں کر پائی۔ تو پھر دوسرا سوال یہ پیدا ہوگا کہ وحی کے اس دعوے کا ثبوت کیا ہے کہ اس کی راہ نمائی ان مسائل کا حقیقی حل پیش کر دے گی؟

وحی کی طرف دعوت دینے والوں کے لئے ان دونوں سوالوں کا اطمینان بخش جواب دینا ضروری ہے۔ یعنی ان سوالوں کا جواب کہ کیا عقل انسانی تمام مسائل حیات کا حل دریافت کر چکی ہے یا نہیں۔ اور وحی کے اس دعوے کا ثبوت کیا ہے کہ اس کے پاس تمام مسائل زندگی کا حل موجود ہے۔ اس کے بغیر وہ دنیا سے علیٰ وجہ البصیرت وحی کی صداقت کو نہیں منوا سکتے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے انسانی زندگی کے اہم اور بنیادی مسائل کو متعین کیا جائے۔ اور اس کے بعد یہ دیکھا جائے کہ انسانی فکر نے ان مسائل کے حل کے لئے اس وقت تک کیا کوششیں کی ہیں۔ پھر یہ دیکھا جائے کہ ان علوم و فنون کو جو ائمہ فکر آج موجود ہیں۔ ان کا کیا دعویٰ ہے؟ کیا ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ان مسائل کا اطمینان بخش حل دریافت ہو چکا ہے۔ یا وہ ان ناکام تجارب کے ہاتھوں خود نالاں ہیں اور ان کے حقیقی حل کی تلاش میں سرگرداں و حیراں۔ اس سے ہمیں پہلے سوال کا جواب مل جائے گا۔ باقی رہا دوسرا سوال سو اس کے لئے یہ دیکھنا ہوگا کہ فکر انسانی نے جو تجربے اختیار کئے اور وہ آخر کار ناکام ثابت ہوئے، ان کے متعلق وحی نے کیا کہہ رکھا تھا۔ اگر ان کی بابت وحی نے پہلے ہی کہہ رکھا ہو کہ ان تجربوں کا نتیجہ تعمیری نہیں تخریبی نکلے گا تو اس سے ہم اس نتیجے پر پہونچ سکتے ہیں کہ وحی کی روشنی فی الواقعہ عقل کو ان مصیبتوں سے بچا سکتی ہے۔ جو اسے ناکام تجارب کے ہاتھوں اٹھانی پڑتی ہیں۔

میں نے قرآن کو اسی انداز سے سمجھا ہے۔ اور اس کی صداقتوں پر اسی طریق سے ایمان لایا ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک دن کا کام نہ تھا۔ میں نے اپنی پوری زندگی اس میں صرف کر دی ہے۔ میں نے انسانی زندگی کے اہم مسائل میں سے ایک ایک مسئلہ کو لیا۔ اور یونان کے فلاسفروں سے لے کر اس وقت تک ان کے متعلق مختلف ائمہ فکر نے جو کچھ کہا ہے۔ اس کا بغائر مطالعہ کیا۔ اس طرح ایک ایک مسئلہ کے متعلق انسانی فکر کے اہم گوشے میرے سامنے آ گئے۔ اس کے بعد میں نے، انسانی فکر کی اس اڑھائی ہزار سال کی کد و کاوش کا مطالعہ قرآن کی روشنی میں کیا (یا قرآن کا مطالعہ اس فکر کی روشنی میں) قرآن کے اس طرح مطالعہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کا ایک ایک دعویٰ زندہ حقیقت بن کر سامنے آ گیا۔ اس کے بعد میرے لئے زندگی

کے مختلف مسائل کے متعلق قرآن کی راہ نمائی کا تعین کچھ مشکل نہ رہا۔ مجھے قرآن کی صداقتوں پر جو یقین اس طرح حاصل ہوا ہے۔ وہ نہ زبان سے بیان ہو سکتا ہے۔ نہ قلم سے ادا۔ میں اس نعمتِ کبریٰ پر (جو میرے نزدیک ساری دنیا کی نعمتوں سے بلند ہے) علم و ایقان کے اس سرچشمۂ حقیقی کی بارگاہِ صمدیت میں قدم قدم پر سجدہ ریز ہوں کیونکہ اسکی عطا کردہ توفیق (دجنوں) کے بغیر اس مسافت کو طے کرنا میرے حیطۂ تصور میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔

مدت سے میرا جی چاہتا تھا کہ جس انداز سے میں نے قرآن کو سمجھا ہے۔ اس میں دوسرے اربابِ ذوق و فکر کو بھی شریک کر سکوں۔ لیکن یہ مرحلہ بجائے خود بڑا اہمیت طلب تھا۔ علاوہ دوسری مشکلات کے اس میں ایک دقت یہ بھی پیش آ گئی۔ کہ تقسیمِ ہند کے بعد کم و بیش وہ تمام کتابیں جن میں نے فکرِ انسانی کے مختلف گوشوں کا مطالعہ کیا تھا۔ ہندوستان میں رہ گئیں۔ اور میرا انحصار بیشتر ان یادداشتوں پر رہ گیا۔ جو میں نے وقتاً فوقتاً اپنے پاس رکھ لی تھیں۔ یہاں آنے کے بعد ان کتابوں میں سے اکثر ایسی تھیں۔ جن کے آسانی سے مل سکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ تقسیم کے بعد جن عنوانات پر جو کتابیں شائع ہوئیں۔ وہ یہاں کسی لائبریری میں نہیں مل سکتی تھیں۔ اس لئے انھیں (اپنی لباط کے مطابق) ذاتی طور پر منگانا پڑا۔ یہ موانع بہت شکن تھے۔ لیکن مقصد پیشِ نظر کی اہمیت بار بار تقاضا کرتی تھی کہ اس کتاب کا مرتب کرنا نہایت ضروری ہے۔ بالآخر مقصد کی اہمیت موانع پر غالب آ گئی۔ اور بتوفیق ایزدی یہ کتاب مرتب ہو گئی۔ باوجود ضروری کتابوں کی عدم موجودگی کے میرے پاس مسالہ (MATERIAL) اتنا تھا کہ اس سے ہر عنوان ایک مستقل تصنیف بن سکتا تھا۔ لیکن چونکہ میرا مقصد ان مسائل پر مستقل تصانیف مرتب کرنا نہیں تھا۔ اس لئے اس سارے مسالہ میں سے صرف اتنا حصہ لیا گیا جسے ضروری سمجھا گیا۔ شروع میں میرا ارادہ یہ تھا کہ فکرِ انسانی کی ان کوششوں کا ذکر اور اس کے بعد ان مسائلِ حیات کے متعلق قرآن کی تصریحات ایک ہی جلد میں آ جائیں۔ لیکن اس انتخاب و اختصار کے باوجود فکرِ انسانی سے متعلق حصہ ہی اتنا ضخیم ہو گیا کہ اس میں قرآنی تصریحات کی گنجائش نہ رہی۔ لہٰذا کتاب کو دو جلدوں میں تقسیم کر دینا پڑا۔ جلد اوّل کا عنوان ہے "انسان نے کیا سوچا؟" اور جلد دوم میں یہ بتایا جائے گا کہ ان مسائل کے متعلق "خدا نے کیا کہا؟" ان دونوں جلدوں کو میری مسلسل تصنیف معارف القرآن کے سلسلہ ہی کی ایک کڑی سمجھئے۔

جلد پیشِ نظر کے ضمن میں دو ایک امور کی صراحت ضروری ہے۔ ایک تو یہ کہ مسائل متعلقہ کے ضمن میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے مقصود ان مسائل کی فکری تاریخ نہیں۔ مقصود صرف یہ بتانا ہے کہ انسانی فکر نے ان مسائل کے متعلق عام طور پر کیا سوچا ہے۔ اور وہ آج کس مقام پر کھڑا ہے۔ دوسرے یہ کہ کسی ایک شخص کے لئے (اگر ناممکن نہیں تو) مشکل ضرور ہے کہ وہ زندگی کے تمام گوشوں سے متعلق علوم و فنون پر ماہرانہ نگاہ رکھتا ہو۔ میں نے ان مختلف علوم کا مطالعہ ایک طالب علم کی حیثیت سے از خود کیا ہے۔ میرے مطالعہ میں غلطی کا بھی امکان ہے اور سہو کا بھی۔ لہٰذا آپ آئندہ اوراق کا مطالعہ کرتے وقت اس حقیقت کو نظر انداز نہ کریں۔ اور جہاں آپ کو کوئی بات غلط نظر آئے۔ مجھے اس سے مطلع فرما دیں۔ اس نقطہ کو بھی پیشِ نظر رکھئے کہ اس کتاب میں میرا مخاطب طبقہ وہ نہیں جو ان علوم و فنون کا ماہر ہے۔ میرے اولین مخاطب وہ لوگ ہیں جو ان علوم سے واقف نہیں۔ اس لئے میں نے کوشش کی ہے کہ اسلوبِ بیان البیاطالب العلمانہ رکھا جائے جس سے ایک مبتدی بھی بات کو سمجھ سکے۔

بعض احباب "معاشیات" کے متعلق باب میں تشنگی محسوس کریں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معاشیات پر میں ایک الگ کتاب "نظامِ ربوبیت" شائع کر چکا ہوں اور "ذاتی ملکیت" کے تصور کے متعلق ایک جداگانہ کتاب کی تصنیف میرے زیرِ نظر ہے۔ ان کتابوں سے معاشیات کے باب کی کمی کی تلافی ہو جائیگی۔

جو حضرات مغربی علوم سے براہِ راست واقف ہیں۔ ان کے لئے میری اس کوشش نا تمام کی افادیت واضح ہے۔ میں چاہتا تھا کہ یہ حضرات (جو قرآن سے ذوق رکھتے ہیں) معلوم کر سکیں کہ ان کے زمانے کے تقاضے کیا ہیں؟ اور ان کے متعلق انسانی فکر نے کیا کیا کچھ سوچا ہے؟ اور عقلِ انسانی آج کس مقام پر کھڑی ہے اس لئے کہ میرے نزدیک قرآن کو کبھی سمجھا نہیں جا سکتا جب تک ہم اپنے زمانے کے تقاضوں کو نہ سمجھ لیں۔ اس کتابِ عظیم (یعنی قرآن) کی نوعیت عجیب و غریب ہے اس نے نوعِ انسانی سے متعلق ابدی حقائق کو اس انداز سے پیش کیا ہے کہ اس سے ہر زمانے کے انسان اپنے اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق راہ نمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اور جوں جوں زمانہ آگے بڑھتا جاتا ہے۔ اس کے حقائق منکشف ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی ایک دور کا فہمِ قرآن ہمیشہ کے لئے راہ نمائے حیات نہیں بن سکتا۔ لیکن قرآن تو مستقل راہ نمائی کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے۔ لیکن مختلف زمانوں کے انسان اپنے غور و فکر سے راہ نمائی اس سے حاصل کرتے ہیں۔ وہ ان کے زمانے کے تقاضوں، اور اس زمانہ کی علمی سطح کے مطابق ہوتی ہے۔ اسے ابدیت کی حیثیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ بنا برین جو لوگ چاہتے ہیں کہ قرآن سے راہ نمائی حاصل کریں ان کے لئے ضروری ہے کہ اپنے زمانے کے تقاضوں اور اس دور کی فکری کاوشوں سے متعارف ہوں۔ مجھے امید ہے کہ میری یہ محنت اور کاوش ان حضرات کے سامنے ایک نئی دنیا کا باب کھول دے گی۔ اور ان معلومات کے بعد وہ قرآن کو بہتر انداز سے سمجھ سکیں گے۔

باقی رہے وہ حضرات جو مغربی علوم سے واقف نہیں سو ضروریاتِ زمانہ ہر شخص کو اتنی فرصت کہاں دیتی ہیں کہ وہ مختلف گوشوں کے علوم و فنون کا مسلسل مطالعہ کر سکے۔ وہ زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتا ہے (اگرچہ اتنا کچھ کرنے والے بھی بہت کم ہیں) کہ انہیں جس خاص شعبے سے ذوق و شغف ہے اس میں مسلسل مطالعہ جاری رکھیں۔ لہٰذا ایسے حضرات کے لئے میری یہ کوشش اس لئے مفید ثابت ہو سکیگی کہ وہ ان علوم کے علاوہ جن سے انہیں شغف ہے۔ دوسرے علوم سے بھی کسی نہ کسی حد تک متعارف ہو جائیں گے۔ اور اس کے بعد جب ان کے سامنے دوسری جلد آئے گی۔ تو وہ قرآنی حقائق کو بہتر طور پر سمجھ سکیں گے۔

اگر میری ان کوششوں سے چند نفوس بھی ایسے پیدا ہو گئے۔ جن کے دل میں قرآن کی راہ نمائی کا یقین علیٰ وجہ البصیرت ابھر آیا۔ تو میں سمجھوں گا کہ مجھے میری دیدہ ریزیوں اور جگر سوزیوں کا صلہ مل گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن سے میرا عشق مجھے مجبور کرتا ہے کہ ایک ایک کا ہاتھ پکڑ لوں۔ اور اس سے التجا کروں کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے تم بھی ایک نظر دیکھ لو!

محبت چوں تمام افتد رقابت از میاں خیزد
بطوفِ شعلۂ پروانہ با پروانہ می سازد

اور چونکہ میرا یہ عشق خالی جذبات پر مبنی نہیں۔ بصیرت پر مبنی ہے۔ اس لئے میری اپیل بھی محض عقیدت سے نہیں بصیرت ہی سے ہے۔ میں بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ انسانی زندگی کے مسائل کا حل قرآن کے علاوہ اور کہیں سے نہیں مل سکتا۔ اسی یقین کا عام کرنا میری زندگی کا مقصد ہے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

طلوعِ اسلام یہ ہے اس عظیم تصنیف کا پیش لفظ جس کی مثال ہمارے نزدیک ہمارے لٹریچر میں کہیں نہیں ملتی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کا بنیادی خیال (IDEA) اور تشکیلی نقشہ (PALNNING) دونوں عجیب و غریب ہیں۔ کتاب عنقریب شائع ہو جائے گی۔

مطبوعاتِ طلوعِ اسلام کی
شرائط ایجنسی
شرح کمیشن

معراجِ انسانیت ——— ۲۵ فی صدی
دیگر مطبوعات ——— ۳۳ فی صدی

۱- قیمت بعد وضع کمیشن بذریعہ وی پی وصول کی جائیگی۔
۲- غیر فروخت شدہ کتب واپس نہیں لی جائیں گی۔
۳- پہلی فرمائش بچاس روپے (بعد وضع کمیشن) سے کم نہیں ہونی چاہیئے۔
۴- ہر آرڈر کے ہمراہ کم سے کم چوتھائی رقم پیشگی آنی چاہیئے ورنہ تعمیل نہیں ہو سکے گی:

نوٹ:- کراچی کے ایجنٹ صاحبان دفتر طلوعِ اسلام سے معاملہ طے کریں۔

ناظم ادارۂ طلوعِ اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۴۳۱۳ کراچی

ہندوستان میں لسانی ہنگامے

ہندوستان کو پہلے مسلمانوں نے متحد کیا پھر انگریزوں نے۔ اس جغرافیائی وحدت کو حقیقت ثابتہ بنانے کے لئے انگریز نے خصوصیت سے بڑے جتن کئے۔ اس نے اسے اپنی زندگی کا مشن سا بنالیا۔ اس سے ایک حد تک وحدت کا احساس پیدا ہونا شروع ہوگیا۔ مسٹر گاندھی نے اس کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور ہندوستانیت کا سارا زور لگا کر وحدت کو قلوب و اذہان میں جاگزیں کرنے کی بازی لگا دی۔ مگر انگریز اور گاندھی دونوں کی جدوجہد کے علی الرغم سیلون اور پاکستان اس سے علیحدہ ہو گئے۔ بقیہ ہندوستان کے متعلق یہ گمان ہو سکتا تھا کہ وہ ایک رہے گا لیکن تازہ حوادث نے اس خیال کو متزلزل کر دیا۔ طلوع اسلام کی کسی سابقہ اشاعت میں صوبائی تجدید سے متعلق سفارشات کا جائزہ لیا جاچکا ہے۔ اور اس میں بتایا جاچکا ہے کہ کس طرح ان سفارشات نے ہندوستان کو ایک نقش نشاں بہاڑ بنا دیا ہے۔ اس کے بعد بمبئی سے سنگین ہنگامے کی خبر آئی۔ جیسا کہ بتایا جاچکا ہے مرہٹوں کا مطالبہ یہ ہے کہ ان کا علیحدہ صوبہ بنایا جائے۔ اور بمبئی ان کی تحویل میں دیا جائے۔ صوبائی حد بندی کے کمیشن نے مرہٹوں کو بمبئی سے بھی محروم کر دیا۔ اور انھیں دو ٹکڑوں میں بھی بانٹ دیا۔ اس سے مرہٹوں میں شدید غیظ و غضب پیدا ہو گیا۔ اور انھوں نے انتہائی قربانی دینے تک کے اعلان شروع کر دیئے۔ ان کے تیور دیکھ کر پنڈت نہرو کی کانگریس پارٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ مجوزہ بمبئی کو گجرات، بمبئی اور مہاراشٹر تین صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ گویا اس طرح بمبئی میں سے مرہٹوں کا علاقہ تو علیحدہ کر دیا گیا۔ لیکن انھیں بمبئی سے بدستور محروم رکھا گیا۔ مرہٹے اس فیصلے سے اور برہم ہو گئے کیونکہ انھیں صاف نظر آنے لگا کہ ان سے حیلہ سازی اور سودا بازی سے کام لیا جا رہا ہے۔ چنانچہ انھوں نے ۱۸ر نومبر کو ایک احتجاجی جلوس نکالا۔ ان کا مقصد غالباً یہ تھا کہ بمبئی اسمبلی جو اس وقت لسانی تقسیم کی قرارداد پر بحث کر رہی تھی اپنے جذبات و مطالبات واضح کرے۔ چنانچہ انھوں نے حکومت کے اس حکم کی خلاف ورزی کی کہ پانچ سے زیادہ افراد کا مجمع خلاف قانون ہے۔ مرہٹوں کے ہیجان کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ پہلے دن ان کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ بعد کے مظاہروں میں یہ تعداد دو لاکھ تک پہنچ گئی۔ یہ ہنگامہ چار دن تک جاری رہا۔ اس کے دوران میں ہجوم کے ہاتھ میں جو آیا استعمال ہوا۔ پولیس نے گولی تک چلائی لیکن ہجوم پر قابو نہ پایا جا سکا۔ بالآخر فوج طلب کر لی گئی۔ اخباری اطلاعات میں بتایا گیا ہے ۱۹۴۶ء میں ہندوستانی بحریہ کی بغاوت کی بدولت بمبئی میں جو وسیع پیمانہ پر کشت و خون ہوا تھا مرہٹوں نے اس کی یاد تازہ کر دی۔ اور بمبئی کو دیکھ کر یہ شبہ ہوتا تھا کہ یہ جنگ عظیم کا کوئی محاذ ہے۔ یہ ہنگامہ بمشکل فرو ہوا تھا کہ وندھیا پردیش میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ وہاں مظاہرین نے وندھیا پردیش کو مدھیا بھارت میں مدغم کرنے کے خلاف احتجاج کیا۔ وہ اسمبلی میں گھس گئے۔ وزیر اعلیٰ پر انھوں نے فائل دے ماری۔ وزیر خزانہ کو زد و کوب کیا۔ اور باقی ارکان پر جوتے اور پتھر پھینکے۔

یہ دو مقامات ایسے ہیں جہاں لاوا پھوٹ پڑا ہے۔ ورنہ کئی مقامات ایسے ہیں جہاں لاوا اندر اندر پک رہا اور کسی بھی وقت پھوٹ سکتا ہے۔ غالباً نازک ترین مسئلہ سکھوں کا ہے۔ پنڈت نہرو شاطرانہ طریق سے ابھی اسے قابو میں لئے ہوئے ہیں۔ وہ اکالی سکھوں پر ڈورے ڈال رہے ہیں۔ اور ان کو بہلا پھسلا رہے ہیں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان مذاکرات کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ نہ پنڈت نہرو سکھوں کے مطالبہ کو مان سکتے ہیں۔ اور نہ سکھ اس پر مفاہمت کے لئے تیار نظر آتے ہیں۔ بہرکیف صورت حال ایسی پیدا ہو گئی ہے کہ وزیر دفاع مسٹر تیاگی نے یہ مشورہ دینا ضروری سمجھا ہے کہ تجدید کی سفارشات کو سرے سے ختم ہی کر دیا جائے۔ لیکن اب نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن والی بات ہے۔ ہندوستان کے لئے ان سفارشات کو ختم کرنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا انھیں نافذ کرنا۔ مسٹر گاندھی اور ان کے بعد پنڈت نہرو جن ولولوں کو بڑی چابکدستی سے آگے دبائے چلے آرہے تھے۔ وہ دبے نہیں رہ سکتے۔ اور اب جو وہ ابھرے ہیں تو کہیں ٹھکانے پر ہی پہنچ کر دم لیں گے۔

بمبئی اور وندھیا پردیش۔ دونوں جگہوں کے ہنگاموں کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ کمیونسٹوں اور ایسے ہی تخریب پسند عناصر کے پیدا کردہ ہیں۔ لیکن اس خیال کو صحیح تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اول اس لئے کہ بمبئی کا ہنگامہ عین اس دن ہوا جب مارشل بلگانن اور کروشیف نئی دہلی پہنچے۔ ہندوستان میں آمد کمیونسٹوں کے لئے تہوار سے کم نہ تھی۔ وہ اس موقع کا پورا فائدہ اٹھا کر آگے بڑھ بڑھ کر لوگوں کو ان کے استقبال کے لئے تیار کر رہے تھے۔ ایسے موقع پر ان سے بعید تھا کہ وہ ہنگاموں میں الجھ جاتے۔ اور اشتراکی قائدین کے استقبال کی تیاریوں میں کوتاہی کے مرتکب ہوتے۔ دوسرے جن طبقوں نے مظاہرے کئے۔ ان میں اس شدت کے جذبات پائے جاتے ہیں کہ ان کا مظاہرہ نہ کرنا تو حیران کن ہو سکتا ہے مظاہرہ کرنا کسی طرح بھی اچنبھے کا باعث نہیں ہو سکتا۔ وہ کئی بار انتہائی اقدامات کی دھمکیاں دے چکے ہیں۔ لہٰذا بمبئی اور ریوا میں جو کچھ ہوا۔ وہ بالکل قابل فہم ہے۔ حکومت ہند کے نقطۂ نگاہ سے یہ قابل افسوس بھی ہو سکتا ہے۔ اور قابل مذمت بھی۔ لیکن اس کا علاج نہ اظہار افسوس ہے نہ اظہار مذمت۔ یہ حقائق ہیں جن کا ابطال ناممکن ہے۔ یہ حقائق اپنی جگہ لیکن پنڈت نہرو سے

The Islamic Literature

[A MONTHLY JOURNAL]

★ Reflects in a worthy manner Islam's ambition to reconquer it lost field of cultural glory.

★ Presents the new interpretation of Islam that would fit in with the changed conditions of the world.

★ Analyses boldly and critically the present situation, unearthing the hidden treasures of Islam's *actual* past, ignorance of which has made the Muslims feel doubtful about their future.

★ A forum for the scattered sections of the Muslim world to meet, and exchange views with one another in order to feel the reality of Islam's worldwide spiritual brotherhood.

SOME PERMANENT FEATURES :

Glimpses of Islam ■ Woman in Islam
Reader's Forum ■ The Digest ■ Book Reviews

SUBSCRIPTION RATES
(POST-PAID)
ANNUAL PAK Rs 10/ : £ 1 : $ 3.00
[*No free specimen*]

Sponsored by

SHAIKH MUHAMMAD ASHRAF
PUBLISHER AND BOOKSELLER
Kashmiri Bazar - LAHORE (Pakistan)

یہ توقع عبث ہے کہ وہ حقیقت پسندی کا ثبوت دیں۔ انھیں اپنی ذات سے متعلق بڑی غلط فہمی ہے۔ اور جس لئے انھوں نے جو میدان منتخب کیا ہے۔ وہ انھیں ان حقائق سے اور دور لے جانے کا باعث بن رہا ہے۔ گذشتہ آٹھ سال سے پنڈت جی ہندوستان کی قسمت کے واحد مالک بنے چلے آتے ہیں۔ آپ نے اپنی توجہ زیادہ سے زیادہ بیرونِ ہند مرکوز کر رکھی ہے۔ اور آپ کی سیاست کا نقطۂ ماسکہ یہ رہا ہے کہ مشرق اور مغرب کی کشمکش میں آپ اپنے (اور ہندوستان) کے لئے حَکم کا مقام حاصل کریں۔ یہ غلط فہمی آپ کو اس لئے پیدا ہو گئی کہ چین کے کمیونسٹ بن جانے کے بعد ہندوستان کی قدر و قیمت روس اور امریکہ دونوں کی نگاہوں میں بڑھ گئی۔ یہ ہندوستان کی بازاری قیمت (FACE VALUE) تو ہو سکتی ہے اصلی (INTRINSIC VALUE) نہیں چنانچہ پنڈت جی دونوں طرف عشوہ طرازیاں کرتے رہے اور بزعم خویش یہ سمجھتے رہے کہ یہ ان کے حسن کی کرشمہ سازیاں ہیں کچھ عرصہ سے ان کی آؤ بھگت اشتراکی ممالک میں زیادہ ہو رہی ہے۔ وہ چین اور روس سے ہی نہیں بلکہ تمام روسی حلقہ بگوش ممالک سے ہو آئے ہیں۔ روس میں ان کا غیر معمولی استقبال کیا گیا۔ اس کے بعد روسی قائدین نے ہندوستان کا دورہ کیا۔ اس سے پنڈت جی کے قدم اکھڑ گئے ہیں۔ اور وہ اس دھوکہ میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ وہ اور ان کا ملک ایک عالمی طاقت بن گئے۔ شاید ایک حد تک تو یہ کہا جا سکے کہ عالمی سیاست میں پنڈت جی نے اپنے لئے ایک مقام پیدا کر لیا ہے۔ لیکن یہ یقیناً نہیں کہا جا سکتا کہ ہندوستان کو بھی بساطِ عالم پر وہی درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ نہرو اور ہندوستان مترادف نہیں۔ پنڈت جی کے دیکھتے دیکھتے ہندوستان ایک بحرانِ عظیم کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ اور یہ جزا ہے ان اعمال کی جن کے ذمہ دار خود پنڈت جی ہیں۔ ایک طرف کشمیر کا مسئلہ ہے جو ہندوستان کے لئے دن بدن پریشان کن بنتا جا رہا ہے۔ نہ صرف یہ کہ اس سے وہ پاکستان کی دشمنی خرید رہا ہے۔ بلکہ کشمیر کی جنت اس کے لئے جہنم بن چکی ہے۔ وہ کروڑوں روپیہ وہاں جھونک رہا ہے۔ لیکن اہلِ کشمیر اس کے اور دشمن بنتے جا رہے ہیں۔ اور اب وہ اس کی سنگینوں سے بھی نہیں دبتے۔ تنہا کشمیر ہندوستان کی معیشت اور سیاست کو غیر متوازن بنائے رکھنے کے لئے کافی تھا۔ لیکن ہندوستان کی اساسی رقابتیں ابھرا ابھر کر ایک عظیم الشان خطرہ پیدا کر رہی ہیں۔ یہ خطرہ زبان سے آگے بڑھ کر تاریخ کا بھی ہو گیا ہے۔ آریاؤں نے گنگا کی وادی میں سے جن دراوڑوں کو نکال کر جنوب کی طرف دھکیل دیا تھا۔ وہ آج شمال کے برہمنی تسلط کے خلاف اٹھ رہے ہیں شمال اور جنوب کی اس رقابت کو اشتراکیت نے نیا رنگ دے دیا ہے جنوب میں اشتراکیت کا بہت چرچا ہے۔ پنڈت جی جوں جوں اس سے محبت کی پینگیں بڑھاتے ہیں۔ ان کو اور فروغ حاصل ہوتا ہے۔ یہ کشمکش رنگ لائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ لیکن پنڈت جی سمجھتے ہیں کہ روس سے دوستی بڑھا کر اور خود سوشلزم کی زبان بول کر وہ ان اشتراکیوں کو ہرا دیں گے۔ انھوں نے ایک حد تک آندھرا میں کمیونسٹوں کو ہرایا ہے۔ لیکن اس کے لئے انھیں ماسکو کے مشہور پراودا اخبار کے ایڈیٹوریل تک کو پمفلٹ کی صورت میں چھاپ چھاپ کر تقسیم کرنا پڑا۔ اس سے انتخابات میں کمیونسٹ تو ہار گئے۔ لیکن علاقہ میں کمیونزم کا چرچا اور بڑھ گیا۔ گویا ہندوستان میں مختلف علاقوں کی زبانوں کی رقابتیں ہی شدید نہیں ہو رہی ہیں جنوب سے ایک اور خطرہ بھی اٹھ رہا ہے۔ دروں خانہ تو یہ ہنگامے ہیں اور پنڈت جی اپنی طغیانیوں میں محو ہیں۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ پنڈت جی کی ذات ان خطرات کا جواب ہے تو آخر اس کا کیا علاج؟ کہ وہ فانی ہیں۔ وہ نہیں ہوں گے تو ہندوستان کا کیا بنے گا؟ پنڈت جی کو کبھی فرصت ملے تو اس کا جواب سوچیں۔ اتنا وہ یہ نہ دیکھیں کہ ان کی چالوں سے ان کے ہمسایوں کو کس حد تک پریشان ہونا پڑتا ہے۔ بلکہ یہ دیکھنے کی کوشش کریں کہ خود ہندوستان کس عذاب میں پھنستا جا رہا ہے۔ پنڈت جی حقیقت پسندی سے کام لیں تو اپنے ملک کو اس عذاب سے نجات دلا سکتے ہیں۔ اور اس کا علاج یہ ہے کہ وہ اپنے دماغ سے غلط نشۂ قوت کو نکال کر پاکستان سے خوشگوار تعلقات قائم کرنے کی کوشش کریں۔

دورِ حاضرہ کی عظیم کتاب
نظامِ ربوبیت
(از پرویز)
قیمت چھ روپے

نوادرات
علامہ اسلم جیراجپوری کے مضامین کا مجموعہ ۔ چار سو صفحات
قیمت: چار روپے

فلیوری ٹی کمپنی
ہم نے سلہٹ اور چاٹگانگ کے باغیچوں سے عمدہ اور خوشبو دار چائے کے منگوانے کا خاص بندوبست کیا ہے۔
ضرورت مند اصحاب مندرجہ ذیل پتہ پر رجوع کریں
فلیوری ٹی کمپنی
محمد فیروز اسٹریٹ ۔۔۔ جوڑیا بازار ۔۔۔ کراچی
فون: ۳۲۸۱۹
ٹیلیگرام: "KASHMIRTEA"

۱۰۰
سو میں ننانوے
اشخاص ریاح باسوری، تبخیر معدہ (معدہ میں گیس پیدا ہونا) کے مریض ہیں۔ پاخانہ صاف نہ ہونا۔ تمام جسم میں درد، سر میں چکر، بھوک غائب، ہاضمہ خراب، طبیعت میں بے چینی، سینے میں جلن، خون میں کمی، نزلہ رہنا اس مرض کی عام شکایات ہیں۔ اس مرض کا حب باسوری اور جوہر ہضم (مکمل کورس) سے زیادہ زود اثر کوئی دوسرا علاج نہیں۔ یہ تمام شکایات کو دور کر کے تندرستی اور توانائی بخشتا ہے۔ قیمت مکمل کورس تین روپے آٹھ آنے
طبی علمی ماہنامہ دردمند کراچی۔ سالانہ چندہ ایک روپیہ بھیج کر خریدار بنئے۔
دردمند دواخانہ فریئر روڈ کراچی نمبر ۱ فون نمبر ۳۵۴۴۱

ہنسا چھالیا
ڈوٹکڑے ۔۔۔ صاف خشک ۔۔۔ پرانے
(پیکٹوں میں خریدیئے)
تیار کردہ: محمد اصغر محمد یونس چھالیا والے ۔۔۔ جونا مارکیٹ ۔۔۔ کراچی نمبر ۲

باب المراسلات

شمسی یا قمری

خیرت آباد (حیدرآباد دکن) سے ایک صاحب نے شمسی یا قمری کے عنوان کے ماتحت حسبِ ذیل گرامی نامہ ارسال فرمایا ہے۔

سورۂ توبہ کی چھتیسویں آیت کا ابتدائی حصہ حسبِ ذیل ہے

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا

اس کے لفظی معنی ہوں گے "بتحقیق گنتی مہینوں کی نزدیک اللہ کے بارہ مہینے ہیں"

طلوع اسلام کے شیریں و رواں ترجمہ اختیار کیا جائے تو حسبِ ذیل معانی میں غالباً کسی کو اعتراض نہ ہوگا۔

"اللہ کے حساب میں سال کے بارہ ہی مہینے ہوتے ہیں"

پس یہاں "شہر یا مہینہ" سے مراد قمری مہینہ ہو سکتا ہے۔ یا شمسی مہینہ؟

اگر قمری مہینہ قبول کیا جائے۔ تو دشواری یہ ہوتی ہے کہ بارہ قمری مہینوں کے صرف ۳۵۴ یا ۳۵۵ دن ہوتے ہیں اور صرف بارہ قمری مہینوں سے کوئی قدرتی دور مکمل ہی نہیں ہوتا بفرضِ محال اگر یہ قبول کر بھی لیا جائے کہ قبل اسلام بھی عربوں میں صرف بارہ قمری مہینوں کا سال مروج تھا۔ تو بھی یہ گنتی "عند اللہ" تو تصور نہیں کی جا سکتی۔ خصوصاً جب یہ واضح ہے کہ کم از کم تاریخی دور میں کوئی ایسی قوم کی بابت یہ ثبوت کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے پاس صرف بارہ قمری مہینوں سے سال کی گنتی قائم کی گئی ہو کیونکہ ہر مہینہ سب موسموں میں گھومتا رہتا تھا۔

دوسری جانب اگر اس آیت کریمہ سے بارہ شمسی مہینوں کے معنی کئے جائیں تو جب سے ہماری کائنات شمسی قائم ہوئی۔ اور جب تک آفتاب کے اطراف ہمارا کرہ زمین اسی رفتار سے گردش کرتا ہے۔ اس تمام وقت میں اس آیت کی صداقت کا ثبوت ملتا رہے گا۔ اور کسی ملحد یا غیر مسلم کو اس آیت کریمہ کی بہ دقیق معنی میں شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہیگی

میں جانتا ہوں کہ نزول قرآن کے بعد کی اسلامی تاریخ کی رو سے یہ ایک بہت ہی ٹیڑھا مسئلہ ہو گیا ہے۔ اور فہم و ادراک سے تاریخ کا جب تصادم ہوتا ہے تو بے سوچے سمجھے ہر کس و ناکس اس موضوع پر خامہ فرسائی کر سکتا ہے۔ لیکن جس قدر اس مسئلہ پر غور کیا جائے۔ اسی قدر پیچیدہ ثابت ہوتا ہے۔

کیا مدیر طلوع اسلام سے میں یہ خواہش کر سکتا ہوں کہ ایسے اور صرف ایسے اشخاص کی آرا طلب کر کے شائع کئے جائیں گے جن کی غور و فکر پر مذہبی اشخاص کو نہیں بلکہ عوام اور اہل علم کو بھروسہ ہو۔؟ اگر یہ استدعا قبول کی جاتی ہے تو ان صاحب علم اصحاب سے براہ کرم یہ بھی استدعا فرمائی جائے کہ جہاں تک ہو سکے۔ اسی آیت قرآنی کے اسی حصہ پر اپنی تحریر کو محدود رکھیں۔ اور تقویم اسلامی کا جو وسیع میدان اس آیت سے سامنے آ جاتا ہے۔ اس کو اپنی جولانگاہ نہ بنائیں

طلوع اسلام اس مسئلہ سے متعلق ارباب فکر و علم کی طرف سے جو کچھ موصول ہوگا۔ وہ طلوع اسلام میں شائع کر دیا جائے گا۔ بشرطیکہ وہ علمی تحقیق پر مبنی ہو طلوع اسلام اپنی رائے سب سے آخر میں پیش کرے گا۔ واضح رہے کہ اس سوال کو کسی قسم کے مباحثہ کی شکل قطعاً نہیں دی جائیگی۔

بیع سلم

لاہور سے ایک صاحب دریافت فرماتے ہیں "بیع سلم" کے متعلق میں نے جب ایک مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ یہ سود کب سے اسلام نے حلال کیا ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ قرآن کی رو سے حلال ہے چند شرائط کو اگر پورا کر لیا جائے تو یہ حلال ہے۔ جو چیز دی ہے۔ یا جب قرض لینے والا خود رضامند ہو جائے تو کیا قباحت ہے۔ دوسری دلیل انھوں نے جو دی اس نے میرے رونگٹے کھڑے کر دیئے۔ انھوں نے کہا کہ رسول کریمؐ نے جب دیکھا کہ سود قطعی حرام کر دیا گیا ہے۔ تو اس سے غرض مندوں کی اغراض کیسے پوری ہونگی۔ اس کی صورت یہ نکالی گئی کہ بیع سلم کو حلال کیا گیا۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ ایک کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانے کو رسول اکرمؐ کیسے جائز قرار دے سکتے تھے براہ کرم اس کو تفصیل سے طلوع اسلام میں واضح کریں تاکہ ان مولوی صاحبان کو پتہ چل جائے کہ یہ شرعی سود جو انھوں نے حلال کر رکھا ہے قرآن کی اور اسلام کی نظروں میں سود ہی ہے جس کا لینا قطعی حرام ہے۔ اسی سود کی بنا پر سرمایہ دار ہزاروں سے لاکھوں پتی بن رہے ہیں۔ اور تو اور یہ مولوی صاحبان ایسا کاروبار بڑی شد و مد سے چلا رہے ہیں۔ میرے گاؤں کے مولوی صاحب لوگوں کو اسی کے تحت قرض دیتے ہیں۔ اور اپنے پیسے کو دگنا تگنا بنا رہے ہیں۔ اور پھر ان شاء اللہ دوسرے حج کی تیاری کر رہے ہیں تاکہ پچھلے گناہ دھل جائیں۔

طلوع اسلام آجکل جس کاروبار کا نام عام طور پر بیع سلم رکھا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ (مثلاً) کسی کسان کو دسمبر کے مہینے میں قرضے کی ضرورت پڑی۔ سرمایہ دار نے اسے سو روپیہ قرض دے دیا۔ اور یہ شرط کر لی کہ وہ اس کے عوض اپریل۔ مئی میں جب اس کی فصل تیار ہو جائے گی اس سے آٹھ روپے من کے حساب سے گیہوں لے گا۔ اس نرخ مقرر کرنے میں قرض دینے والا اس کا اندازہ کر لیتا ہے کہ اپریل مئی میں عام طور پر گیہوں کا نرخ دس روپے من ہوتا ہے۔ اس

لئے آٹھ روپے من خرید لینے میں نفع ہے۔ کسان اپنی ضرورت کے ماتحت اسے قبول کرلیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب گیہوں کا نرخ اس طرح طے کیا جائے۔ تو اس میں اور سود میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس وقت گیہوں کا نرخ آٹھ روپے کی بجائے سات روپے فی من نکلے اس صورت میں قرض دینے والے کو نفع کی بجائے نقصان ہوگا۔ لہذا یہ سود نہیں۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن اگر یہ سود نہیں تو قمار (جوا) ہے۔ لہٰذا اس شکل میں بھی قرآن کی رو سے ناجائز ہے۔

مغربی پاکستان سے ہندوؤں کے نکل جانے کے بعد ہندو مہاجنوں کی جگہ اب مسلمانوں نے سنبھال لی ہے اور فقہی حیلوں کے ذریعے انہوں نے سودی کاروبار پھیلا لیا ہے۔ کسان کو عموماً روپیہ قرض لینے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے وہ ان مسلمان سرمایہ داروں سے روپیہ قرض لیتا ہے تو یہ لوگ سود کے نام سے تو سود نہیں لیتے۔ البتہ بیع سلم کے نام سے وہی کاروبار کر رہے ہیں۔

مولوی صاحب کا یہ بیان قطعاً غلط اور نبی اکرم صلعم پر اتہام ہے کہ رسول کریمؐ نے جب دیکھا کہ سود قطعی حرام کر دیا گیا ہے۔ تو اس سے غرضمندوں کی ضروریات کیسے پوری ہوں گی۔ لہٰذا اس کی صورت نکالی گئی کہ بیع سلم کو حلال کر دیا گیا۔ حیرت ہے کہ ان حضرات کو حضور نبی اکرمؐ کی ذات اقدس کے خلاف اس قسم کی بہتان طرازی سے کچھ بھی شرم نہیں آتی۔

بخاری کی کتاب السّلَم کو دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اس بارے میں کچھ روایات مجمل اور مبہم ہیں (اور انہی روایات کا بعض اصحاب فقہ نے سہارا لیا ہے) لیکن مفصل روایات میں اس کی تصریح موجود ہے کہ نبی اکرم صلعم اور حضرت عمرؓ نے پھلوں کو اس وقت تک بیع سلم کے ذریعے فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہو جائیں۔ اور اس قابل نہ ہو جائیں کہ ان کے وزن کا اندازہ کیا جا سکے (ملاحظہ ہو بخاری جلد اول کتاب السّلَم حدیث نمبر ۲۰۷۵، ۲۰۷۶، ۲۰۷۷) غلّے کے اس طرح پر فروخت کرنے کے متعلق بخاری ہی میں ابن عباس کی یہ روایت موجود ہے کہ رسول خدا صلعم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کوئی شخص اس سے پہلے غلّہ کو فروخت کرے کہ وہ اس کے قبضہ میں آچکا ہو۔ (طاؤس کہتے ہیں کہ) میں نے ابن عباسؓ سے اس کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تو روپے کے عوض روپے کو فروخت کرنا ہے۔ کیونکہ غلّہ تو اس وقت نہیں دیا جاتا (ملاحظہ ہو بخاری جلد اول حدیث نمبر ۱۹۶۹، ۱۹۷۲، ۱۹۷۳)

روایات سے جس بیع سلم کی اجازت معلوم ہوتی ہے وہ اتنا ہی ہے کہ فصل تقریباً تیار ہو چکی ہے لیکن ابھی اس کے کٹنے میں ہفتہ عشرہ کی دیر ہے۔ کوئی شخص ایسی صورت میں پیشگی رقم دے دیتا ہے۔ اور مناسب نرخ پر معاملہ طے کر لیتا ہے کہ فصل کٹنے پر اسے اس قدر غلہ یا پھل دے دیا جائے۔ اس میں سود یا قمار کا احتمال نہیں رہتا۔ کیونکہ فصل تیار ہو چکنے کے قریب کسان کو کوئی ایسی مجبوری نہیں رہتی کہ وہ یوں اپنی فصل کو سستے داموں فروخت کر ڈالے جبکہ اسے یقین ہوتا ہے کہ چند دن میں اسے اپنی فصل کی پوری قیمت مل جائے گی۔ اور اس وقت اس آنے والی فصل کا نرخ بھی متعین ہو چکا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس نرخ پر اس طرح سودا کر لینے میں کوئی قباحت نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس میں اور جس قسم کی بیع سلم آجکل ہو رہی ہے۔ اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہ بیع سلم تو کھلی ہوئی خود فریبی اور خدا فریبی ہے۔

بی پی
ڈبل روٹی
جسم کو
توانائی
بخشتی
ہے

تفسیر بیان القرآن
قرآن پاک کا متن مع اردو ترجمہ بین السطور
از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
حاشیہ پر
تفسیر بیان القرآن مسائل السلوک
عکسی بلاکوں کے ساتھ بارہ جلدوں میں چھپ رہی ہے
چھ جلدیں تیار ہو گئی ہیں
نمونہ کے صفحے مفت طلب فرمائیے
تاج کمپنی لمیٹڈ پوسٹ بکس نمبر ۵۳۰ کراچی

کیا آپ نے یہ کتابیں دیکھی ہیں؟

مزاج شناس رسول — یہ کون بتائے کہ صحیح احادیث کونسی ہیں اور غلط کونسی؟ مزاج شناس رسول، مزاج شناس کون ہیں؟ اسکی تفصیل اس کتاب میں ملے گی۔ ۴۰۴ صفحات — قیمت چار روپے

مقام حدیث — حدیث کے متعلق تمام اہم سوالات کے تفصیلی جواب۔ احادیث کے متعلق اتنی معلومات کسی جگہ یکجا نہیں ملیں گی۔ دو جلدیں ہر جلد کے قریباً چار سو صفحات۔ اور قیمت فی جلد — چار روپے

فردوس گم گشتہ — (از پرویز) ان مضامین کا مجموعہ جنہوں نے تعلیمیافتہ نوجوانوں کی نگاہ کا زاویہ بدل دیا۔ خالص ادبی نقطہ نگاہ سے۔ اردو لٹریچر کی بلند پایہ تصنیف۔ ۴۱۰ صفحات — قیمت چھ روپے

نوادرات — (از علامہ اسلم جیراجپوری) علامہ موصوف کے مضامین کا نادر مجموعہ۔ چار سو صفحات — قیمت چار روپے

اسلامی معاشرت — (از پرویز) مسلمان کے عادات و خلاق کا خاکہ۔ رہنے سہنے کے ڈھنگ۔ سرکاری ملازمین کے فرائض و واجبات۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر اسلوب قرآنی آئینہ میں۔ صفحات ۱۹۲ — قیمت دو روپے

نظام ربوبیت — (از پرویز) انسان کے معاشی مسائل کا قرآنی حل اور اقتصادی ملکیت کا قرآنی نظریہ دور حاضرہ کی عظیم کتاب ضخامت تین سو صفحے
قیمت (قسم اول) — چھ روپے
(قسم دوم) غیر مجلد — چار روپے

اقبال اور قرآن — (از پرویز) علامہ اقبال کے قرآنی پیغام سے متعلق محترم پرویز صاحب کے انقلاب آفریں مقالات کا مجموعہ
ڈسٹ کور کے ساتھ۔ صفحات دو سو چھپن (۲۵۶) — قیمت دو روپے

تمام کتب مجلد ہیں اور گرد پوش سے آراستہ۔ محصول ڈاک ہر حالت میں بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ — ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۴۳۱۳۔ کراچی

حقائق و عبر

قطع کا بند

ہم نے سالقہ اشاعت کے لمعات میں اس حقیقت کی وضاحت کی تھی کہ ہمارے علماء کی طرف سے اسلامی دستور کے لئے جو اس قدر شور اٹھ رہا ہے۔ تو اس کی تہہ میں جذبہ یہ کارفرما ہے کہ پاکستان کی آئندہ حکومت میں انھیں سب سے زیادہ حصہ مل جائے اس قسم کا حصہ کہ حکومت کی باگ ڈور درحقیقت ان ہی کے ہاتھ میں ہو۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ان کی ٹکنیک یہ ہے کہ دستور میں یہ شق داخل کرائی جائے کہ مملکت کا کوئی قانون یا فیصلہ کتاب و سنت کے خلاف نہ ہوگا۔ اور اس میں سنت کے الفاظ کو اس طرح مبہم رکھا جائے کہ ہر معاملہ میں صرف علماء ہی بتا سکیں کہ وہ 'سنت' کے مطابق ہے یا نہیں۔ چنانچہ طلوع اسلام کا وہ پرچہ قارئین کے ہاتھوں تک پہنچا ہی ہوگا کہ ہمارے اس خیال کی تصدیق بھی ہوگئی۔ ۵ر نومبر کے "الاعتصام" میں سید داؤد غزنوی صاحب۔ صدر مرکزی جمعیت اہل حدیث، مغربی پاکستان کا دستور پاکستان کے متعلق ایک تفصیلی مضمون شائع ہوا ہے (اس پر تفصیلی بحث الگ کی جا رہی ہے) اس مضمون میں وہ دستور کے مختلف شعبوں کا ذکر کرنے کے بعد آخر میں لکھتے ہیں کہ

"امیر ریاست چونکہ خود اپنے گوناگوں مشاغل کی وجہ سے عدلیہ کی ذمہ داریاں نہیں سنبھال سکتا۔ اس لئے ایک دارالقضاء عالی مقرر کرنا چاہیئے۔ دارالقضاء عالی کے رئیس قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا تقرر خود کرے۔ اور اس محکمہ کی تمام تر ذمہ داری اس کے سپرد کر دے۔ اس کے بعد دارالقضاۃ کو آزاد چھوڑ دے۔"

اس دارالقضاء عالی کے اختیارات کس قدر وسیع ہوں گے۔ اس کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ:-

"ریاست کے کسی بڑے سے بڑے انسان کو بھی یہ حق نہیں پہنچتا کہ دارالقضاۃ کے فیصلے میں کسی قسم کی مداخلت کرے۔ امیر ریاست مجلس وزراء اور خود مجلس قانون ساز کسی کو اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ قضاۃ کے فیصلے پر کسی طرح اثر انداز ہو سکے ...... اگر کسی وقت مجلس شوریٰ اور امیر ریاست یا امیر ریاست اور ملت کے درمیان کوئی بنیادی اختلاف پیدا ہو جائے۔ تو دارالقضاء عالی کا ہی یہ فرض ہونا چاہیئے کہ متنازعہ فیہ مسئلہ کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کرے۔"

یہ تو ہوا دارالقضاء عالی کے اختیارات کے متعلق، اب اس کے ارکان کے روزینے کے متعلق دیکھئے ارشاد ہے کہ:-

"دارالقضاء عالی کے ارکان کا تقرر عمر بھر کے لئے ہوگا۔ یعنی ہر رکن عملی طور پر عمر کے ایک خاص حصے تک فرائض کی سرانجام دیتا رہے گا لیکن اس خدمت سے سبکدوش ہونے پر بھی اس کی تنخواہ میں تا حین حیات کوئی فرق نہیں آئیگا۔"

ان تصریحات سے ظاہر ہے کہ اس دارالقضاء عالی کے ارکان مملکت کے بلند ترین مقام پر مسند نشین ہوں گے۔ اور اس کی زمام اقتدار انہی کے ہاتھوں میں ہوگی۔ یہ ارکان عمر بھر کے لئے معاش کی طرف سے بے نیاز ہوں گے۔ یہ مقام عالی کن خوش نصیب لوگوں کے لئے مخصوص ہوگا۔ اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ:-

"جس قدر عرض کیا جا چکا ہے اس کے بعد اس امر کے کہنے کی چنداں ضرورت نہیں محسوس ہوتی کہ دارالقضاء عالی کو وقت کے اکابر علماء پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ ایسے علماء جو علوم کتاب و سنت پر اعلیٰ بصیرت رکھتے ہوں اور ساتھ ہی عام مروجہ قوانین میں مہارت تامہ رکھتے ہوں۔"

اس تجویز کے بعد غالباً صاحب مضمون کے دل میں یہ کھٹک پیدا ہوئی کہ یہ جو "مروجہ قوانین میں مہارت تامہ" کی شرط لگا دی گئی ہے۔ اسے موجودہ علماء پورا نہیں کر سکیں گے۔ اس لئے انھوں نے فوراً اس پر یہ اضافہ فرمایا کہ:-

"لیکن موجودہ حالات میں اگر دارالقضاء کے لئے ایسے اشخاص نہ مل سکتے ہوں تو اکابر علماء دین کو بطور معاون موجودہ ججوں کے ساتھ شریک کیا جا سکتا ہے۔ جب فیصلے ایسے امور میں مطلوب ہوں۔ جن میں شرعی وجوہ کی بنا پر امیر ریاست اور مجلس شوریٰ یا امیر ریاست اور ملت کے درمیان کوئی بنیادی اختلاف پیدا ہو جائے۔"

اب آپ نے سمجھ لیا کہ اسلامی دستور کے لئے اس قدر واویلا کیوں مچایا جا رہا ہے۔ اور کیوں اس پر زور دیا جا رہا ہے کہ دستور کی بنیاد کتاب و سنت پر ہونی ضروری ہے۔ چونکہ آج تک یہ حضرات متعین ہی نہیں کر سکے کہ سنت رسول اللہ کہتے کسے ہیں اور وہ کون سی کتاب ہے جس میں سنت رسول اللہ جوں کی توں موجود ہے۔ اس لئے سنت کے متعلق کچھ دریافت کرنے کے لئے علماء کی یہ احتیاج لازمی ہے۔ اور احتیاج بھی اس قسم کی کہ مملکت کے ہر معاملہ میں حرف آخر علماء ہی کا ہو۔ اگر یہ حضرات سنت کے لئے کسی ایسی کتاب کی نشان دہی کر دیں جس میں رسول اللہ کی سنت اسی طرح موجود ہو جس طرح خدا کا کلام قرآن کریم میں موجود ہے تو پھر ان کی ساری اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔

بزمِ طلوعِ اسلام

قصور محترم قدیر صاحب ترجمان بزم طلوع اسلام۔ نزد بڑا ڈاکخانہ کوٹ عثمان خان قصور سے تحریر فرماتے ہیں کہ طلوع اسلام کی قرآنی فکر کو سنجیدہ طبقہ میں عام کرنے کے لئے بزم طلوع اسلام اور ایک لائبریری کا قیام عمل میں آگیا ہے۔ بعض ممبران نے اپنا جمع کردہ لٹریچر اور مبلغ پانچ روپے فی ممبر بزم کو عطا کئے ہیں۔ تاکہ لائبریری کے لئے مزید کتابیں فراہم کی جا سکیں۔ محترم برکت صاحب نے اپنے مکان کی وسیع بیٹھک بزم اور لائبریری کے لئے دیدی ہے۔ تمام ممبران ہر اتوار کو شام کے ساڑھے چھ بجے دفتر میں جمع ہوتے ہیں۔ اور مختلف موضوعات پر بحث کرتے ہیں۔ ہر ممبر کے لئے کم از کم ایک روپیہ ماہوار بزم کو چندہ دینا لازمی قرار دیا گیا ہے۔

لائلپور طفیل محمد خاں صاحب جمعدار ریلوے کوارٹر 67-C متصل اسٹور۔ پی۔ ڈبلیو۔ ڈی ریلوے اسٹیشن لائلپور شاکی ہیں کہ تشکیل بزم طلوع اسلام کے سلسلہ میں قارئین طلوع اسلام نے ان سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا۔ قارئین سے دوبارہ التماس ہے کہ اس پر اپنی پہلی فرصت میں متوجہ ہوں۔

روزمرہ کی زندگی کے ساتھ اہم مسائل و معاملات پر قرآن کی روشنی میں بحث
قرآنی فیصلے
قیمت:۔ چار روپے

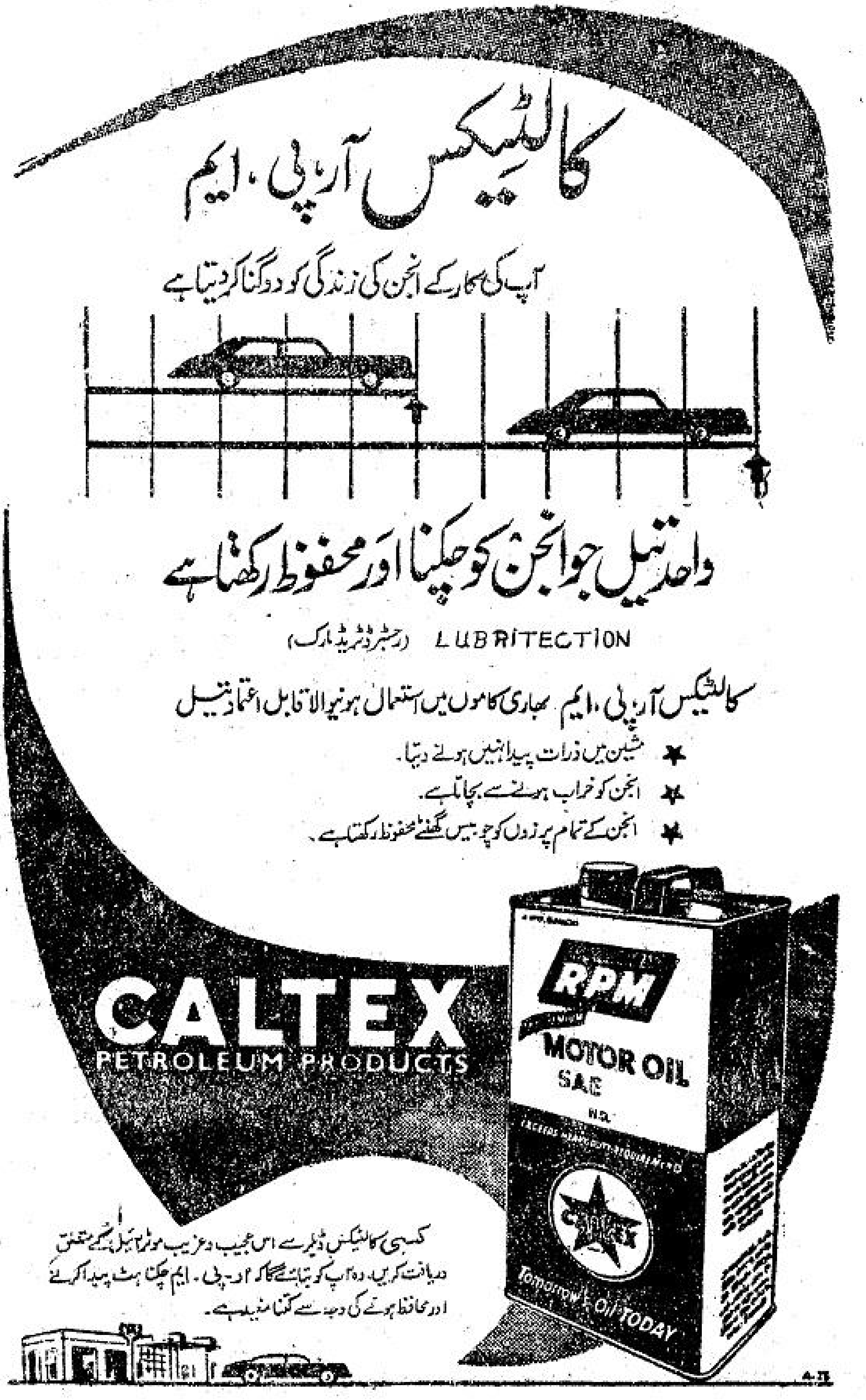

فردوس گم گشتہ

جناب پرویز کے ان مضامین کا مجموعہ جنھوں نے قوم کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کی نگاہوں کا زاویہ بدل دیا ھے۔ مفہوم کے علاوہ اگر خالص ادبی نقطۂ نگاہ سے بھی دیکھئے تو اردو زبان کی بہت کم کتابیں اس پایہ کی دکھائی دینگی ۔

بڑا سائز ۔ ضخامت قریب چار سو صفحات کتابت و طباعت دیدہ زیب کاغذ سفید جلد مضبوط ۔ گرد پوش حسین ۔
قیمت چھ روپے ۔ علاوہ محصولڈاک ۔

سلیم کے نام خطوط

ان خطوط میں ملت کے اس نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو مخاطب کیا گیا ھے جو مشرق و مغرب کے تصادم کے بعد ملوکیت کے وضع کردہ غلط مذھبی تصورات سے متنفر ھوتے ھوتے اسلام اور اسکے سرچشمۂ حیات قرآن ھی سے ھاتھ دھو چلا تھا۔ عقائد و نظریات جیسے خشک اور نازک مسائل پر اس عمدگی سے بحث کیگئی ھے کہ محسوس ھی نہیں ھوتا کہ ھم کسی خشک فلسفیانہ بحث کو پڑھ رھے ھیں۔ باتوں باتوں میں وہ دقیق اور معرکہ آرا مسائل حل کرکے رکھ دئے گئے ھیں جنھیں ضخیم مجلدات میں بھی حل نہیں کیا جاسکا تھا۔ یہ خطوط ملک کے گوشہ گوشہ سے خراج تحسین وصول کرچکے ھیں۔ قرآن کی روشنی اور محترم پرویز صاحب کا بصیرت افروز قلم۔ بڑا سائز ضخامت سوا چار سو صفحات۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب کاغذ سفید گرد پوش مصور مشرق جناب چغتائی کے قلم کا حسین مرقعہ۔ قیمت چھ روپے علاوہ محصولڈاک ۔

اسلامی نظام

اسلامی مملکت کا بنیادی اصول کیا ھے اور اسلامی نظام کیسے قائم ھوسکتا ھے؟ اسکے جواب میں محترم پرویز صاحب اور علامہ اسلم جیراجپوری کے مقالات جنھوں نے فکر و نظر کی نئی راھیں کھولدی ھیں۔ قیمت دو روپے۔

اسباب زوال امت

مسلمانوں کی ھزار سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ بتایا گیا ھے کہ ھمارا مرض کیا ھے اور علاج کیا۔

ضخامت ۱۵۰ صفحات قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے ۔

قرآنی دستور

اس میں پاکستان کیلئے قرآنی دستور کا خاکہ دیا گیا ھے اور حکومت علماء اور اسلامی جماعت کے مجوزہ دستوروں پر تنقید کی گئی ھے ۔

ضخامت دو سو چوبیس صفحات
قیمت دو روپے آٹھ آنے ۔

اسلامی معاشرت

مسلمان کے عادات و اخلاق کا خاکہ رھنے سہنے کا ڈھنگ۔ سرکاری ملازمین کے فرائض و واجبات انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ھر اسلوب قرآنی آئینے میں ۔

ضخامت ۱۹۲ صفحات قیمت دو روپے ۔

ناظم ادارہ طلوع اسلام۔ پوسٹ بکس نمبر ۲۳۱۳۔ کراچی۔ ۳

انسان نے کیا سوچا
What Man Has Thought

There are numerous questions which have puzzled human mind ever since the dawn of consciousness—What are Matter, Life, and Consciousness? How did Universe come into being and how did Life and Consciousness emerge out of inorganic Matter? Is there any Reality behind Universe? Has Creation any purpose? What is the Destiny of Man? Are Good and Evil absolute? Are there any Permanent Values? What are Religion, Reality and God? Is there any suprasensous source of knowledge?

What is the place of Politics in human affairs and the type of Governmental machinery most suited to them?

In more recent times fresh problems cropped up—the State and its various forms, the part Economics plays in shaping Man's Destiny, the standard for the Distribution of Wealth, the control of the Means of Production, the institution of Private Property *vis a vis* human economy, the problem of Needs *vs.* Talents in relation to Communism, and so on.

Finally, what is western civilisation, what are its achievements and what its future is going to be?

From the Greek philosophers of over two thousand years ago down to the present day thinkers Man has striven hard to find an answer to all these problems. The story of this stupendous effort is fascinating and has been told lucidly in "What Man Has Thought" انسان نے کیا سوچا

The book is a scholarly exposition at a plane appropriate to its lofty theme and only a limited number of copies have been printed. It will be on sale shortly. Be quick to register your copy.

NAZIM IDARA-E-TOLU-E-ISLAM
P. B. No. 7313, KARACHI.

Title Printed at Mueid Art Press, Thathai Compound, Bunder Road, Karachi. Text at Jawed Press, McLeod Road, Karachi. Published by Khurshid Alam from Tolu-e-Islam Office, 207/A, P. E. C. H. Society, Karachi.
Editor: KHURSHID ALAM